ماہنامہ جہدِ حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

HRCP

Registered No. CPL-13

جلد نمبر 33... شمارہ نمبر 03... مارچ 2025

حقوق، مساوات
خودمختاری

☆انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے واقعات کی رپورٹ

1-وقوعہ کیا تھا:			
2-وقوعہ کب ہوا؟	سال	مہینہ	تاریخ
3-وقوعہ کہاں ہوا؟	گاؤں	محلّہ	
	ڈاک خانہ	تحصیل وضلع	
4- کیا وقوعہ کا مقامی رسم ورواج سے تعلق ہے	ہاں	نہیں	
5-وقوعہ کیسے ہوا؟ (مختصر تفصیل)			
6-وقوعہ کا ماضی کے کسی دوسرے واقعہ سے تعلق اور اس کی مختصر تفصیل			
7-وقوعہ کا شکار ہونے والے کے کوائف	نام	ولد/زوجہ	پیشہ

8-وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے معاشی/سماجی حیثیت	بچہ/بچی	عورت/مرد	غریب/ان پڑھ	بوڑھا/بوڑھی	بیمار
	مخالف سیاسی کارکن	سماجی کارکن	اقلیتی فرقے کا رکن	دیگر (تخصیص کریں)	

9-وقوعہ میں ملوث اشخاص کے کوائف:	نام	ولدیت/زوجیت	عہدہ	پیشہ
	-1			
	-2			
	-3			
10-وقوعہ کے ذمہ دار فرد/افراد کی معاشی/سماجی حیثیت	بڑا جاگیردار/زمیندار/بہت امیر آدمی	متوسط طبقے سے/غریب آدمی	بااثر صلاحیت/سیاسی اثرورسوخ	
11-وقوعہ کی پشت پناہی کرنے والے عناصر کے کوائف	نام اور ولدیت	عہدہ	پیشہ	پارٹی/ادارہ
	-1			
	-2			
	-3			

12-وقوعہ سے متعلقہ فریقین گواہان وغیر جانبدار افراد کے کوائف وموقف

وقوعہ سے تعلق	نام اور ولدیت	وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے ساتھ تعلق/رشتہ داری	عہدہ	موقف
واقعہ سے متاثر				
واقعہ کا ذمہ دار				
چشم دید گواہ				
غیر جانبدار/پڑوسی				

13-اس قسم کے واقعات علاقہ میں کس قدر ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں	بہت زیادہ	اکثر اوقات	کبھی کبھار	کبھی نہیں
14-اس قسم کے واقعات اندازاً کتنی تعداد میں ہوتے ہیں	روزانہ	ماہانہ	سالانہ	
15-وقوعہ کے بارے میں HRCP نامہ نگار/اس کے ساتھ چھان بین کرنے والے/والوں کی رائے				
رپورٹ بھیجنے والے کے کوائف:	نام	پتہ: گاؤں/محلّہ	شہر/ضلع	

انسانی حقوق کے عالمی منشور کی کس شق کی خلاف ورزی ہوئی؟

دستخط: ....

تاریخ: ....

نوٹ: اگر تفصیلات فارم پر نہ آ سکیں تو نمبر لکھ کر سادے کاغذ پر تفصیل درج کریں

☆تمام ساتھی جو انسانی حقوق کے حوالے سے رپورٹیں بھیجتے ہیں آئندہ اس فارم کی فوٹو کاپی پر کوائف 'پُر' کرکے بھیجیں

فہرست

پریس ریلیزیں	03
جب مٹھی بھر خواتین نے ضیاء حکومت کو متنازع قانون شہادت میں ترمیم پر مجبور کیا	05
عورتوں کے قومی دن کے موقع پر تقاریب کا اہتمام	08
پی ٹی آئی کے نومبر 2024 کے احتجاجی مظاہرے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ	09
محصور: 2023-24 میں مذہب یا عقیدے کی آزادی کی صورتحال	10
متجنس افراد کی شناخت کے حوالے سے جاری جدوجہد	11
'پاکستانی جیلوں میں قید خواتین اپنے قانونی حقوق سے لاعلم ہیں'	12
موسمیاتی تبدیلی: 'جنوبی ایشیا خطے میں تمام ممالک کی تقدیر ایک جیسی ہے'	13
جانیے کہ خاندانی منصوبہ بندی سے زندگیاں کیسے بچتی ہیں؟	14

پی ٹی آئی کے نومبر کے احتجاج کی آزادانہ تحقیقات کی جائیں: ایچ آر سی پی

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کی جاری کردہ فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ میں یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ وفاقی حکومت کے دعووں کے برعکس، 26 نومبر 2024 کو اسلام آباد میں پی ٹی آئی کی زیرِ قیادت احتجاج میں مبینہ طور پر جانی نقصان ہوا تھا۔ مظاہرین کے ساتھ ساتھ سیکورٹی اہلکاروں کی ہلاکتوں کی اطلاعات بھی موصول ہوئی ہیں۔

ایک اعلیٰ سطحی فیکٹ فائنڈنگ مشن نے ریاستی نمائندوں، پی ٹی آئی کی قیادت، موقع پر موجود رپورٹرز اور احتجاج کے دوران مبینہ طور پر ہلاک ہونے والے سات افراد کے اہلِ خانہ کی زبانی شہادتیں قلمبند کی ہیں۔ مشن کو ان الزامات پر شدید تشویش ہے کہ ہسپتال انتظامیہ اور پولیس نے متاثرین کی لاشوں کو اُس وقت تک اپنی تحویل میں رکھا جب تک اُن کے اہلِ خانہ نے کسی قسم کی قانونی کارروائی نہ کرنے پر رضامندی ظاہر نہیں کی تھی۔ اگرچہ ہسپتال انتظامیہ نے فیکٹ فائنڈنگ ٹیم سے بات کرنے سے انکار کیا ہے، تاہم صحافیوں اور مبینہ متاثرین کے اہلِ خانہ کے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ہسپتال معلومات کو چھپا رہے ہیں۔

اگرچہ پرامن اجتماع کے حق کی آئینی ضمانت دی گئی ہے، لیکن اسے قانون کی حدود میں رہ کر استعمال کرنا چاہیے۔ اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مظاہرین کے پاس غلیلیں، آنسو گیس کے گولے اور آتشیں اسلحہ تھا جو جائے وقوعہ پر پایا گیا۔ ساتھ ہی، انتظامیہ نے احتجاج سے نمٹنے میں بصیرت کا مظاہرہ نہیں کیا اور طاقت کا ضرورت سے کہیں زیادہ استعمال کیا۔ مشن نے مظاہرین پر آتشیں اسلحہ کے استعمال کے بارے میں معلومات لینے کے لیے وزیرِ داخلہ سے رابطہ کرنے کی کوشش لیکن وہ ٹیم سے ملنے کے لیے دستیاب نہیں تھے۔

مشن کو یہ جان کر شدید تشویش ہوئی کہ مرکزی دھارے کے ذرائع ابلاغ نے واقعے کے متعلق مکمل خاموشی اختیار کیے رکھی۔ اس کی وجہ ریاستی جبر یا خود پر عائد کی گئی سنسرشپ ہو سکتی ہے۔ ذرائع ابلاغ کو بغیر کسی رکاوٹ کے زمینی صورتحال کا جائزہ لینے اور حقائق کو رپورٹ کرنے کی اجازت ہونی چاہیے تھی۔

لہٰذا، رپورٹ حکومت سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ فوری طور پر ان واقعات کی آزادانہ و غیر جانبدارانہ تحقیقات کا اعلان کرے۔ اور مبینہ متاثرین کے اہلِ خانہ، پی ٹی آئی اور دیگر سیاسی فریقین کو اِس تحقیقاتی عمل میں شامل کیا جائے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 03 فروری 2025]

سماجی تحفظ کے حق کی فراہمی کا تعلق وسائل سے نہیں، سیاسی عزم سے ہے

آج منعقد ہونے والے ایک گول میز اجلاس میں پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے ریاست پر زور دیا کہ وہ آئین کے آرٹیکل 38 کے تحت سماجی تحفظ کے حق کو پورا کرے اور کمزور و کم آمدنی والے مزدوروں کو آمدنی کے عدمِ تحفظ سے بچائے، جس میں بڑھاپا، بے روزگاری، بیماری، چوٹ، زچگی اور زچگی جیسے عوامل شامل ہیں۔

تقریب سے خطاب کرتے ہوئے پاکستان ورکرز یونائیٹڈ فیڈریشن کے رہنما چودھری شوکت نے تمام آجروں پر زور دیا کہ وہ اپنے مزدوروں کو باقاعدہ تقرر نامے جاری کریں اور انہیں ای او بی آئی میں رجسٹر کرائیں۔ خیبر پختونخوا ایمپلائیز سوشل سیکیورٹی انسٹی ٹیوشن کے نائب کمشنر خورشید عالم نے کہا کہ کم از کم اجرت پر عملدرآمد نہ ہونا بھی باعثِ تشویش ہے۔

پنجاب ایمپلائیز سوشل سیکیورٹی انسٹی ٹیوشن کے ڈائریکٹر (ایڈمنسٹریشن) ملک فرخ ممتاز نے کہا کہ مزدور کی تعریف ای او بی آئی اور سماجی تحفظ کے اداروں میں یکساں ہونی چاہیے، چاہے ان کی اجرت جو بھی ہو۔ نیشنل لیبر فیڈریشن کوئٹہ کے سیکریٹری جنرل عمر حیات نے کہا کہ بلوچستان میں سیکڑوں کوئلہ کان کن ای او بی آئی کے فوائد، بشمول چوٹ اور معذوری الاؤنس، سے لاعلم ہیں۔ پائلر کے نمائندے مقصود احمد نے سماجی تحفظ کے حق کو یقینی بنانے کے لیے سہ فریقی کانفرنس کے انعقاد کی فوری ضرورت پر زور دیا۔

آئی ایل او کی گورننگ باڈی کے رکن ظہور اعوان نے نشاندہی کی کہ ای او بی آئی کے تحت صرف وہ تنظیمیں سماجی تحفظ کی اہل ہیں جہاں کم از کم پانچ مزدور کام کرتے ہوں، جس کی وجہ سے لاکھوں چھوٹے کاروبار، جن میں ملازمین کی تعداد کم ہے، رجسٹریشن سے محروم رہ جاتے ہیں۔ نیشنل انڈسٹریل ریلیشنز کمیشن (این آئی آر سی) کے رکن مصباح اللہ خان نے ان ملازمین کی صورتحال پر روشنی ڈالی جنہیں مستقل حیثیت حاصل نہیں، حالانکہ وہ کئی برسوں سے کام کر رہے ہیں۔

ایچ آر سی پی کے کونسل رکن فرحت اللہ بابر نے کہا کہ غیر رسمی مزدوروں کے سماجی تحفظ کے حق کو نظر انداز کرنا ریاست کی ''مجرمانہ غفلت'' کے مترادف ہے۔ انہوں نے تجویز دی کہ آئین کے آرٹیکل 38 کو بنیادی حق قرار دیا جائے۔

ایچ آر سی پی کی وائس چیئر پرسن اسلام آباد نسرین اظہر نے اجلاس کے اختتام پر کہا کہ سرمایہ دارانہ طرزِ پیداوار نے مزدوروں کے استحصال میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔

[پریس ریلیز۔اسلام آباد۔21 فروری2025]

ایچ آر سی پی کی رپورٹ اقلیتوں کے خلاف ہجوم کے حملوں کی شدت اور تسلسل کی مذمت کرتی ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کی جاری کردہ ایک رپورٹ میں مذہبی اقلیتوں کے گھروں اور عبادت گاہوں پر ہجوم کے حملوں، احمدیوں کی قبروں کی مسلسل بے حرمتی اور کمیونٹی کے افراد کی غیر قانونی گرفتاریوں کے ساتھ ساتھ ہندو اور مسیحی خواتین اور بچیوں کو لاحق جبری تبدیلی مذہب کے خطرے کی نشاندہی کی گئی ہے۔ رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اکتوبر 2024 تک 750 سے زائد افراد توہینِ مذہب کے الزامات کے تحت قید تھے۔ عقیدے کی بنیاد پر کم از کم چار قتل کے واقعات کی تصدیق کی گئی، جن میں سے تین میں احمدیہ کمیونٹی کے افراد کو نشانہ بنایا گیا۔

محصور: 2023-24 میں مذہب یا عقیدے کی آزادی کی صورتحال' کے نام سے شائع ہونے والی رپورٹ میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ سوشل میڈیا پر' پھیلنے والی غلط معلومات توہین مذہب کے مقدمات کے بڑے پیمانے پر اندراج کا سبب بن رہی ہیں۔ رپورٹ میں جڑانوالہ اور سرگودھا میں مسیحی برادری پر دو ہجوم کے حملوں کا تجزیہ کرتے ہوئے ان سوشل میڈیا پوسٹس کی وسعت اور تسلسل کی نشاندہی کی گئی ہے، جنہوں نے توہینِ مذہب کے الزامات کے بعد تشدد کو ہوا دی۔

رپورٹ اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ نفرت اور تشدد میں ملوث افراد کو حاصل سزا سے استثنا بدستور برقرار ہے۔ اگرچہ پنجاب میں اسپیشل برانچ نے تحقیقات کی ہیں، لیکن ان نیٹ ورکس کے خلاف کوئی مؤثر کارروائی نہیں کی گئی جو مبینہ طور پر افراد کو جھوٹے توہینِ مذہب کے مقدمات میں پھنسانے میں ملوث ہیں۔ تاہم، رپورٹ میں بعض مثبت رجحانات کا بھی ذکر کیا گیا ہے، جیسے کہ بعض موقعوں پر عدالت نے عقیدے کی بنیاد پر تشدد کے متاثرین اور ملزمان کو ریلیف دیا۔

یہ رپورٹ ایچ آر سی پی کے قومی بین المذاہب ورکنگ گروپ کے اجلاس میں پیش کی گئی، جو تمام مذہبی اقلیتوں اور فرقوں کے لیے اجتماعی جدوجہد اور ایڈووکیسی کا ایک پلیٹ فارم ہے۔

ورکنگ گروپ کے اراکین نے اس امر پر زور دیا کہ مذہبی اقلیتوں کو غیر متناسب طور پر متاثر کرنے والے امتیازی قوانین میں کم از کم طریقہ کار کی سطح پر تبدیلیاں متعارف کرائی جائیں۔ انہوں نے تجویز کیا کہ ایک آئینی ترمیم کے ذریعے مذہبی اقلیتوں کو صدر اور وزیرِاعظم کے عہدے پر فائز ہونے کا حق دیا جائے۔ اراکین نے ضلعی امن کمیٹیوں میں مسلم علماء کے متعصّبانہ کردار، ہجوم کے حملوں کے متاثرین کے لیے ناکافی معاوضے، اور توہینِ مذہب کے الزامات کا سامنا کرنے والوں کے لیے قانونی معاونت کے نظام کی ضرورت پر بھی زور دیا۔

اجلاس میں غریب برادریوں میں مذہبی تبدیلیوں کے وسیع رجحان اور مذہبی اقلیتوں کے لیے قبرستانوں کی عدم دستیابی کی بھی نشاندہی کی گئی۔ دیگر سفارشات میں اقلیتوں کے حق میں قانون سازی کی جانچ انسانی حقوق کی وزارت سے کرانے، اقلیتی برادریوں کے شادی سے متعلق قوانین کا نفاذ، اور اقلیتوں کے لیے سیاسی گنجائش بڑھانے سے متعلق اقدامات، نیز پارلیمنٹ میں اقلیتی کاکس کا قیام شامل ہے۔

اجلاس کے اختتام پر، ایچ آر سی پی کے کونسل ممبر فرحت اللہ بابر نے ایک کمیشن کے قیام کی تجویز دی، جو انتہائی دائیں بازو کے وکلاء گروپس کی جانب سے لوگوں کو توہین مذہب کے جھوٹے مقدمات میں پھنسانے کے واقعات کی تحقیقات کرے۔

[پریس ریلیز۔اسلام آباد۔26 فروری2025]

جہدحق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا۔ جو خامیاں / کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ / اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوان جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کارکن متوجہ ہوں

''جہدحق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتہ تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جا سکے۔

جہدحق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے ویب سائٹ پر موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

جب مٹھی بھر خواتین نے ضیا حکومت کو متنازع قانون شہادت میں ترمیم پر مجبور کیا

وقار مصطفیٰ

وہ 12 فروری 1983 کا خنک دن تھا اور صوبہ پنجاب میں انتظامیہ کی جانب سے دفعہ 144 نافذ کی گئی تھی جس کے تحت چار یا اس سے زیادہ افراد کے اکٹھا ہونے پر پابندی تھی۔

اور اسی پابندی سے نمٹنے کے لیے کم از کم 200 خواتین کو دو، دو کی ٹکڑیوں میں دس، دس فٹ کا فاصلہ رکھتے ہوئے لاہور ہائی کورٹ کی جانب بڑھنا تھا تاکہ ایک ایسے مسودہ قانون کے خلاف درخواست دے سکیں جو عورت کی گواہی کو مرد کے مقابلے میں آدھی قرار دیتا تھا۔

خواتین کے حقوق کے لیے کام کرتی تنظیم 'شرکت گاہ' کی ایگزیکٹیو ڈائریکٹر فریدہ شہید اُن خواتین میں سے ایک تھیں۔

فریدہ شہید نے اُس دن کو یاد کرتے ہوئے بی بی سی کو بتایا کہ 'ضیاالحق کی آمرانہ حکومت کا چھٹا سال تھا۔ وہ حقوق جو شہری کے طور پر ہمیں حاصل تھے، چھینے جا رہے تھے۔ حدود سے متعلق ایسے امتیازی قوانین لائے جا رہے تھے جن کے بعد جیلیں عورتوں سے بھرنے لگی تھیں۔ لیکن ہمارا احتجاج بنیادی طور پر قانونِ شہادت کے مسودے یا بل کے خلاف تھا۔'

'گو کہ اپنے اپنے شعبوں میں مزدوروں، طلبہ اور ذرائع ابلاغ کو بھی بہت پابندیوں کا سامنا تھا لیکن احتجاج میں پہل شاید خواتین ہی نے کی تھی۔'

آنکھوں کی بڑھتی چمک کے ساتھ اُس دن کو یاد کرتے ہوئے فریدہ شہید کا کہنا تھا کہ 'یونیورسٹی سے بھی (حکومت کے ناپسندیدہ) اساتذہ کو نکالا گیا تھا۔ لیکن میں خود استعفادے کر کسی موضوع پر تحقیق کے لیے فیلڈ میں تھی جب وکلا اور انسانی حقوق کی وکیل عاصمہ جہانگیر اور حنا جیلانی کی قیادت میں ویمن لائرز ایسوسی ایشن نے کال دی۔ زیادہ تر موبلائزیشن خواتین محاذِ عمل نے کی۔'

وہ مزید بتاتی ہیں کہ 'چونکہ ریلی نہیں ہو سکتی تھی سو ہمیں (ریگل چوک سے ملتی) بیڈن روڈ سے کچھ ہی دور ہائیکورٹ جانا تھا اور اپنا مطالبہ پیش کرنا تھا۔ ہمیں دس فٹ کا فاصلہ رکھتے ہوئے دو، دو کی تعداد میں جانا تھا۔'

'بیڈن روڈ پر ہم 200 کے قریب خواتین جمع ہوئیں۔ ہم سے زیادہ پولیس کے مرد اور خواتین اہلکار وہاں کھڑے تھے۔ وہاں ہمیں روک دیا گیا۔'

'پھر وہاں حبیب جالب صاحب آ گئے اور اپنی شاعری سُنانا شروع کی تو پولیس کی ساری توجہ اُن کی جانب ہو گئی۔'

ہم اُن کے چاروں طرف کھڑے تھے۔ میں اور میری ایک ساتھی بینر اٹھائے کھڑی تھیں۔ میری مال کی جانب نظر گئی تو ہماری ایک ساتھی مبارکہ وہاں کھڑی اپنی جانب آنے کا اشارہ کر رہی تھیں۔'

'میں نے باقی خواتین کو بتایا تو گہما گہمی شروع ہو گئی۔ اس پر پولیس والوں نے لاٹھی چارج اور آنسو گیس کے گولے پھینکنا شروع کر دیے۔ پولیس والے پاگل سے ہو گئے تھے۔'

ماہر تعلیم اور حقوقِ خواتین کی کارکن روبینہ سہگل نے انگریزی اخبار 'دی نیوز' میں سنہ 2017 میں شائع ہونے

> آنکھوں کی بڑھتی چمک کے ساتھ اُس دن کو یاد کرتے ہوئے فریدہ شہید کا کہنا تھا کہ 'یونیورسٹی سے بھی (حکومت کے ناپسندیدہ) اساتذہ کو نکالا گیا تھا۔ لیکن میں خود استعفادے کر کسی موضوع پر تحقیق کے لیے فیلڈ میں تھی جب وکلا اور انسانی حقوق کی وکیل عاصمہ جہانگیر اور حنا جیلانی کی قیادت میں ویمن لائرز ایسوسی ایشن نے کال دی۔ زیادہ تر موبلائزیشن خواتین محاذِ عمل نے کی۔'

والے اپنے ایک مضمون میں لکھا کہ 'عوام کے عظیم شاعر حبیب جالب جو ہمیشہ آمریت کے خلاف جدوجہد کرتے رہے، خواتین کے مساوی حقوق اور آزادی کی بات کرتے ایک ولولہ انگیز نظم کے ساتھ پہنچے۔'

'جب انھوں نے اپنی شاعری سنائی ۔۔ جس میں خواتین کو مزید زنجیروں میں رہنے سے انکار اور آزادی و مساوات کے حصول کی پکار تھی ۔۔ تو اچانک پولیس ان پر جھپٹ پڑی اور لاٹھی چارج شروع کر دیا۔'

صحافی طاہر اصغر کے ساتھ ایک طویل انٹرویو پر مشتمل اپنی آپ بیتی میں حبیب جالب نے بستر مرگ پر بتایا کہ وہ وکیل اور خواتین کے حقوق کی کارکن عاصمہ جہانگیر کے ساتھ وہاں پہنچے: 'میں وہاں پہنچ گیا جہاں خواتین دھرنا دے کر بیٹھی تھیں۔ میں نے مختصر سی تقریر کی اور پھر خواتین کے بارے میں نظمیں سنانا شروع کیں۔ جب میں نظمیں سنا رہا تھا تو عورتوں کے چہروں پر خوشی کی جھلک تھی۔'

'کلام سنانے سے میرا مقصد ان کے حوصلے بڑھانا ہی تھا۔ اس دوران میں ایک ایس ایچ او نے آ کر کہا جالب صاحب، ادھر آیئے ذرا ہماری بات سنیے۔'

عورتوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ 'اس کی بات مت سنیے۔'

'میں نے کہا کہ 'کوئی بات نہیں۔ میں اسے کیمپ جیل سے جانتا ہوں۔ اگر یہ مجھ سے کوئی بات کہنا چاہتا ہے تو اس کی بات سن لینی چاہیے' میں اس کے پاس گیا اور پوچھا کہ فرمایئے۔'

'وہ کہنے لگے کہ ان عورتوں کو وین میں بٹھا کر ہائیکورٹ لے چلتے ہیں۔'

حبیب جالب نے بتایا تھا 'میں نے کہا کہ 'آخر پولیس والے ہی نکلے نا۔ میں جانتا ہوں کہ تم انھیں وین میں بٹھا کر (قریبی) تھانہ سول لائنز لے جاؤ گے۔ میں پھر اسی دائرے میں آ گیا جہاں عورتیں بیٹھی ہوئی تھی اور نظمیں سنانا شروع کر دیں۔'

'تمام عورتیں جوش کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئیں۔ میں نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور کہا: 'ہٹو پولیس والو، چلو بیبیؤ۔ میں نے اُن کا رُخ مال روڈ کی طرف موڑ دیا۔ وہ ہائیکورٹ کی طرف جا رہی تھیں کہ پولیس نے انھیں زدوکوب کرنا شروع کر دیا۔'

حبیب جالب نے بتایا تھا 'میں نے یہ صورتحال دیکھی تو وہاں کھڑے ایک ڈی ایس پی سے کہا 'یہ کیا ہو رہا ہے؟ ہٹاؤ

ان پولیس والوں کو۔'

'یہ سن کر اس نے ایک انسپکٹر سے کہا 'پکڑ لو اس حبیب جالب کو'۔ اس انسپکٹر نے مجھے پکڑ لیا۔ چوہڑ تھانے کے پندرہ بیس پولیس والوں نے مجھے مارنا شروع کر دیا۔'

حبیب جالب نے بتایا تھا 'وہ بوٹوں سے پنڈلیوں پر ضربیں لگا رہے تھے اور ڈنڈے میری پیٹھ پر برسا رہے تھے۔ میرا گریبان اس انسپکٹر نے پکڑا ہوا تھا۔ میری واسکٹ کے اوپر والے بٹن بند تھے۔ میرا گلا اس کی مضبوط گرفت میں تھا۔ میری آنکھیں باہر آ رہی تھیں۔ حالت خراب ہوتی جا رہی تھی۔ موت میرے سر پر ناچ رہی تھی۔'

'ہائی کورٹ بار کے سیکریٹری جنرل وسیم چودھری نے مجھے دیکھا تو آگے بڑھ کر انسپکٹر کی گرفت سے چھڑایا میں نے اسے اشارے سے کہا کہ میری واسکٹ کے بٹن توڑ دو۔ اس نے واسکٹ کھول دی اور میرا سانس بحال ہوا۔'

حبیب جالب نے بتایا تھا 'وسیم نے انسپکٹر کو گالی دی۔ اب پولیس والوں نے وسیم چودھری کو پکڑ لیا اور اس کے ساتھ دھینگا مشتی شروع ہو گئی۔'

'پولیس والوں نے مجھے چھوڑا تو ڈان کے بیورو چیف نثار عثمانی مجھے سہارا دے کر (سامنے کی عمارتوں میں) لاہور پریس کلب میں لے گئے اور پانی پلایا۔ خواتین کے اس پرامن جلوس میں بڑے نامور افراد کی مائیں بہنیں شریک تھیں۔'

حبیب جالب نے بتایا تھا کہ 'اعتزاز احسن کی والدہ کے علاوہ ان کی اہلیہ بشریٰ اعتزاز بھی تھیں۔ خدیجہ گوہر کے ساتھ ان کی بیٹی مدیحہ گوہر تھیں۔ ملک غلام جیلانی اور جنرل مٹھا کی بیٹیاں تھیں۔ ایس ایم ظفر کی اہلیہ بھی تھیں۔ مزدور خواتین تھیں۔ سیاسی کارکن شاہدہ جبیں، ساجدہ میر کے علاوہ پنجاب یونیورسٹی کی طالبات تھیں۔'

'جلوس کی رپورٹنگ کے لیے بی بی سی کی کچھ صحافی خواتین بھی آئی ہوئی تھیں جنھوں نے یہ منظر دیکھا۔'

حبیب جالب کے مطابق انھوں نے اس واقعے پر ذیل کے اشعار کہے تھے:

بڑے بنے تھے جالب صاحب، پٹے سڑک کے بیچ
گالی کھائی، لاٹھی کھائی، گرے سڑک کے بیچ
کبھی گریباں چاک ہوا اور کبھی ہوا دل خوں
ہمیں تو یونہی ملے سخن کے صلے سڑک کے بیچ
جسم پہ جو زخموں کے نشاں ہیں، اپنے تمغے ہیں
ملی ہے ایسی داد وفا کی کسے سڑک کے بیچ

روبینہ سہگل، جو چار سال پہلے کووِڈ کا شکار ہو کر وفات پا گئیں، لکھتی ہیں کہ 'مزاحمت کے اس لمحے سے، اس خاموشی کو توڑنے اور حق کے لیے آواز بلند کرنے کے لمحے سے، خواتین

حبیب جالب خواتین مظاہرین کو شاعری سُناتے ہوئے

ایک بپھری ہوئی سمندری لہر کی مانند حرکت میں آ گئیں، جو تبدیلی کی تیز ہواؤں سے جھوم رہی تھی۔'

وہ لکھتی ہیں 'برسوں کی جابرانہ آمریت کے ہاتھوں دبے جذبات اور پختہ عزم نے انھیں پولیس کا محاصرہ توڑنے پر مجبور کر دیا۔ پولیس کے ساتھ ایک عملی جنگ چھڑ گئی۔ ریاستی طاقت کے مکمل زور کے ساتھ پولیس اہلکاروں، مرد اور خواتین نے ڈنڈے برسا دیے۔'

فریدہ شہید اور خاور ممتاز نے اپنی کتاب 'ویمن آف پاکستان: ٹو سٹیپس فارورڈ، ون سٹیپ بیک' میں لکھا ہے کہ '12 فروری کے مظاہرے کا اثر غیر معمولی تھا۔ اچانک ہی خواتین کو سنجیدگی سے لیا جانے لگا۔ سیاستدانوں نے ان کی ہمت کو سراہا کہ انھوں نے عائد کردہ پابندیوں کو چیلنج کرنے کی جرات کی، حکومت نے انھیں اس نظر سے دیکھا کہ وہ قانون وامن کی صورتحال پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں، اور دیگر خواتین نے اس مجوزہ قانون پر غور کرنا شروع کر دیا جس نے ان جیسی عورتوں کو ریاست کے خلاف کھڑا ہونے پر مجبور کیا تھا۔'

'لیکن خواتین نے بھی ہمت نہ ہاری۔ وہ ننگے ہاتھوں، جوتوں اور پولیس سے چھینے گئے ڈنڈوں سے مقابلہ کرتی رہیں۔ کئی زخمی ہو گئیں، کچھ گرفتار کر لی گئیں، جبکہ دیگر کو فوری طور پر قریبی ہسپتال پہنچایا گیا۔ یہ ملک کی تاریخ میں پہلی بار ہوا تھا کہ کسی خواتین کے پرامن احتجاج پر اعصاب شکن گیس کا استعمال کیا گیا۔ ریاستی جبر نے خواتین کے غصے اور انصاف کے حصول کے لیے آگے بڑھنے کے عزم کو مزید بھڑکا دیا۔'

مصنف اور مترجم نیلم حسین کے مطابق جب کچھ خواتین نے پولیس کے حصار کو توڑنے کی کوشش کی، تو اچانک تشدد پھوٹ پڑا۔

ایک اخباری انٹرویو میں انھوں نے بتایا کہ 'پولیس میں مرد اہلکاروں کی تعداد زیادہ تھی، اور وہ خواتین مظاہرین سے نمٹنے کے لیے خواتین پولیس اہلکاروں پر انحصار نہیں کر رہے تھے۔' ایک پولیس اہلکار ان کی طرف بڑھا، لیکن انھوں نے فوراً اپنی پوسٹر والی چھڑی سے اس پر حملہ کر دیا۔

وہ یاد کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ 'بشریٰ اعتزاز سمیت کئی اور خواتین کو بھی پولیس نے مارا پیٹا۔'

فریدہ شہید کو یاد ہے کہ کیسے 'پرجوش صحافی اس تاریخی لمحے کو کیمرے میں قید کر رہے تھے اور دی مال پر دکاندار خواتین کو اپنی دکانوں میں پناہ دے رہے اور پانی پلا رہے تھے۔'

'شہری ہمارے ساتھ تھے۔ ہم تو ہائی کورٹ تک پہنچ گئے تھے۔ کچھ خواتین نے بتایا کہ کچھ دکانداروں نے انھیں پناہ دی، پانی وانی پلایا۔ مددگار تھے۔ آنسو گیس بہت تیز تھی۔'

وہ کہتی ہیں کہ 'کچھ فیکٹری ورکرز ہمارے ساتھ تھے۔ روبینہ جمیل نے انھیں موبلائز کیا تھا۔ دو سکول کی لڑکیاں بھی آئیں سکول سے چھٹی لے کر۔'

'میں نے تو جوگرز پہنے ہوئے تھے باقی لوگوں نے دوسرے جوتے۔ ہم بھاگ رہی تھیں اور ہمارے ساتھ پولیس والیاں بھاگ رہی تھیں۔ میرے ساتھ رخسانہ رشید تھیں انھوں نے ایک پولیس والی کا ڈنڈا دوسری طرف سے پکڑا اور کہا کہ خبردار جو ہمیں کچھ کہا تو۔ اس نے کہا نہیں آپ بھاگیں ہم آپ کو کچھ نہیں کہیں گی۔'

وہ کہتی ہیں کہ 'میں خود تو ہائیکورٹ تک پہنچ گئی تھی لیکن سڑک کے اُس طرف عاصمہ جہانگیر کھڑی تھیں۔ وہ ہائیکورٹ کے گیٹ تک پہنچ گئی تھیں اور وہاں سے سب کو سلام دے رہی تھیں۔'

'مظاہرین کو حراست میں لے کر پولیس وینوں میں

پھینک دیا گیا۔ کافی خواتین زخمی ہوئیں۔ نیلم حسین کو سر پر چوٹ آئی اور جب انھیں زبردستی وین میں دھکیلا گیا تو ان کی ٹانگ بھی زخمی ہوگئی۔ تقریباً 50 خواتین کو گرفتار کرکے تھانے لے جایا گیا۔'

فریدہ شہید کہتی ہیں 'تھانے میں ہم سہمے ہوئے نہیں تھے۔ ہم نے وہاں بیٹھ کر قرارداد لکھی۔ ہماری ایک ساتھی فریدہ شیر پولیس والوں کو لیکچر دینے لگیں کہ جب آپ کی خواتین کے ساتھ یہ سب کچھ ہوگا تو تب آپ کو سمجھ میں آئے گا۔'

فریدہ شہید کہتی ہیں 'وہاں ایک نوجوان کارکن، شہناز تھیں جو رو رہی تھی۔ میں اس کے پاس گئی اور کہا کہ مت رو، ہم سب ساتھ ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ میں لاٹھی چارج کی وجہ سے نہیں رو رہی، بلکہ اس لیے رو رہی ہوں کہ میں وہ لاٹھی چھیننے میں کامیاب ہوگئی تھی جس سے مجھے مارا جا رہا تھا، لیکن میں انھیں واپس مار نہیں سکی۔'

تاہم تھانے میں پولیس کا رویہ نسبتاً نرم تھا اور کچھ دیر بعد سب کو رہا کر دیا گیا۔

اگلے دن یہ خبر ملک کے ہر اخبار کی شہ سرخی بن گئی۔ بین الاقوامی میڈیا نے بھی اس واقعے کو نمایاں کیا۔

تیمور الحسن کی تحقیق ہے کہ سرکاری اخبارات اور بعض آزاد اخبارات نے روایتی بیانیہ اپنایا اور خواتین کی سیاسی اور قانونی جدوجہد کو منفی طور پر پیش کیا۔

لیکن فریدہ شہید کا کہنا ہے کہ 'جو کوریج ہوئی اس میں آنسو گیس تھی اور لاٹھی چارج تھا۔ حکومت کا یہ بیانیہ کہ ہم ہی عورتوں کے حقوق کا تحفظ کرتے ہیں، پٹ گیا۔ ان کی بدنامی ہوئی۔ بڑی اچھی کوریج ہوئی۔ جنگ اخبار نے تو اس واقعے پر پورا فرنٹ پیج چھاپا۔ بی بی سی سمیت میڈیا نے اسے کوریج دی۔'

اس سوال پر کہ اس واقعے کا اثر کیا ہوا، فریدہ شہید نے بتایا کہ 'ایک اثر تو یہ ہوا کہ اس کے بعد حکومت نے ہمارے ساتھ پھر ایسا سلوک نہیں کیا۔ لوگ کچھ ڈر گئے تھے۔ اس کے بعدہ ہم نے گورنر ہاؤس کے سامنے ایک مظاہرہ کیا۔ ہم 17 لوگ تھے۔ ہم نے سوچا کہ اگر ہم مار کھانے کے بعد چپ ہو گئے تو کوئی کبھی نہیں آئے گا سامنے۔ (سیاستدان) عابدہ حسین کی والدہ ہمارے ساتھ تھیں۔ یہ ہمارے لیے فخر کی بات تھی۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ لوگ آنا شروع ہو گئے۔'

فریدہ شہید اور خاور ممتاز نے اپنی کتاب 'ویمن آف پاکستان: ٹو سٹیپس فارورڈ، ون سٹیپ بیک' میں لکھا ہے کہ '12 فروری کے مظاہرے کا اثر غیر معمولی تھا۔ اچانک ہی خواتین کو سنجیدگی سے لیا جانے لگا۔ سیاستدانوں نے ان کی ہمت کو سراہا کہ انھوں نے عائد کردہ پابندیوں کو چیلنج کرنے

کی جرات کی، حکومت نے انھیں اس نظر سے دیکھا کہ وہ قانون و امن کی صورتحال پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں، اور دیگر خواتین نے اس مجوزہ قانون پر غور کرنا شروع کر دیا جس نے ان جیسی عورتوں کو ریاست کے خلاف کھڑا ہونے پر مجبور کیا تھا۔'

اس سوال پر کہ اس واقعے کا اثر کیا ہوا، فریدہ شہید نے بتایا کہ 'ایک اثر تو یہ ہوا کہ اس کے بعد حکومت نے ہمارے ساتھ پھر ایسا سلوک نہیں کیا۔ لوگ کچھ ڈر گئے تھے۔ اس کے بعد ہم نیگورنر ہاؤس کے سامنے ایک مظاہرہ کیا۔ ہم 17 لوگ تھے۔ ہم نے سوچا کہ اگر ہم مار کھانے کے بعد چپ ہو گئے تو کوئی کبھی نہیں آئے گا سامنے۔ (سیاستدان) عابدہ حسین کی والدہ ہمارے ساتھ تھیں۔ یہ ہمارے لیے فخر کی بات تھی۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ لوگ آنا شروع ہو گئے۔'

'تاہم ایک ردعمل بھی آیا جس میں مرد اور عورتیں دونوں شامل تھے جو خواتین کے اس احتجاج پر شدید برہم تھے اور اس مارچ کو اسلام میں عورت کے مقررہ کردار کی خلاف ورزی سمجھتے تھے۔' انھوں نے لکھا 'ان خواتین کے لیے، جو پہلے کبھی ایسے مظاہروں میں شریک نہیں ہوئی تھیں، یہ تجربہ انتہائی آزادانہ تھا۔ پولیس کے تشدد کا سامنا کرنا، گرفتار ہونا اور حراست میں لیا جانا پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ مگر جذبہ بلند تھا، جدوجہد جاری رکھنے کا عزم مضبوط تر ہو چکا تھا، اور باہمی یکجہتی اپنی انتہا پر تھی۔' 'بعد میں، جب احتجاج اور مظاہروں کے نئے مواقع آئے تو دیکھا گیا کہ 12 فروری کے مظاہرے میں شریک کئی خواتین بلا جھجک بار بار سامنے آئیں۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ایک نادیدہ رکاوٹ ختم ہو چکی ہو۔'

ہم نے یہی سوال پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی سابق چیئرپرسن زہرہ یوسف سے بھی پوچھا۔ انھوں نے اس واقعہ پر کراچی میں ہونے والے احتجاج میں شرکت کی تھی۔

وہ کہتی ہیں 'یہ تمام تلخ مناظر ہمارے ذہنوں میں محفوظ ہیں اور خواتین کی تحریک کی تاریخ کا حصہ ہیں۔ اس پر خواتین محاذ عمل نے کچھ دن بعد کراچی میں مزارِ قائد کے باہر بہت بڑا مظاہرہ کیا۔ بہت سے صحافی اور وکیل بھی ہماری حمایت میں نکلے تھے۔ کافی پولیس تھی لیکن یہ پر امن رہا۔ کوئی بدمزگی یا تشدد نہیں ہوا۔'

یہ دن (12 فروری) اب عورت مارچ کا دن ہے۔ عورت مارچ کی منتظمین، خاور ممتاز، لینا غنی، نیلم حسین، فاطمہ جان اور شیریں عمیر، جن میں سے کچھ 42 سال پہلے کے احتجاج میں بھی شامل تھیں، کی درخواست پر لاہور ہائی کورٹ نے 12 فروری 2025 کو لاہور میں ان کے مظاہرے کی اجازت دے دی ہے۔ حکام نے پولیس کی جانب سے انھیں 'فول پروف سیکیورٹی' فراہم کرنے کی یقین دہانی کروائی ہے۔

12 فروری 1983 کے مظاہرے کے نتیجے میں شہادت کے قانون کو کچھ نرم کر دیا گیا۔

مجلس شوریٰ یا پارلیمان کے منظور کردہ قانون کی شق 18 میں بیان کیا گیا کہ تمام معاملات دو مسلمان گواہوں کی شہادت سے ثابت کیے جائیں گے اور اگر دو مرد گواہ دستیاب نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی قبول کی جائے گی۔ اگر یہ بھی میسر نہ ہوں تو ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی عدالت کی صوابدید پر قابل قبول ہوگی۔

لیکن پھر بھی یہ خواتین کے لیے ناقابل قبول ہے۔

زہرہ یوسف کا کہنا ہے کہ 'قانون شہادت میں کافی ترمیم کی گئی لیکن افسوس ہے کہ مالیاتی معاملات میں ابھی تک دو عورتیں ایک مرد کے برابر ہیں۔'

وہ کہتی ہی 'سو کچھ تو جیت ہوئی لیکن مکمل جیت نہیں ہوئی۔'

(بشکریہ بی بی سی اردو)

عورتوں کے قومی دن کے موقع پر تقاریب کا اہتمام

لاہور خواتین کے قومی دن کے موقع پر لاہور میں عورت مارچ کا انعقاد کیا گیا، جس میں خواتین، مذہبی وصنفی اقلیتوں، اور دیگر پسے ہوئے طبقات کے حقوق کے تحفظ کا مطالبہ کیا گیا۔

مارچ لاہور پریس کلب سے شروع ہوا اور شرکاء ایجرٹن روڈ سے گزرتے ہوئے پنجاب اسمبلی کے قریب پہنچے، جہاں خواتین کو درپیش مسائل کو خاکوں اور گیتوں کے ذریعے اجاگر کیا گیا۔

عورت مارچ کی شرکاء نے مطالبہ کیا کہ مذہبی، لسانی، صنفی اقلیتوں اور سیاسی مخالفین کو عام زندگی سے مٹانے کے سلسلے کو ختم کیا جائے۔ انہوں نے پنجاب پروٹیکشن آف ویمن قانون کو مؤثر انداز میں نافذ کرنے، کام کی جگہوں پر جنسی ہراسانی کے خلاف قائم کمیٹیوں کو مضبوط بنانے، جبری طور پر مذہب کی تبدیلی کا خاتمہ کرنے، اور مذہبی اقلیتوں سے متعلق قوانین پر عوامی مشاورت کے ساتھ نظرثانی کرنے کا مطالبہ کیا۔

شرکا نے خواجہ سرا اور صنفی اقلیتوں کے ساتھ امتیازی سلوک اور تشدد کے خاتمے، اور افراد کو اپنی جنس کے تعین کا حق برقرار رکھنے کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے آزادی اظہار پر سینسر شپ کے لیے فائر وال جیسی ٹیکنالوجی کے خاتمے، اسموگ کے مؤثر حل کے لیے پالیسی بنانے، اور زرعی اراضی کو ذاتی مفادات کے لیے استعمال کرنے والے منصوبوں کو بند کرنے کا مطالبہ بھی کیا۔

گزشتہ برس کی نسبت اس سال عورت مارچ کے شرکا کی تعداد خاصی کم نظر آئی جبکہ ماضی کی طرح کے انتظامات بھی نہیں کیے گئے تھے تاہم پولیس کی طرف سے سیکیورٹی کے فول پروف انتظامات تھے۔ خواتین پولیس اہل کاروں کی بڑی تعداد سیکیورٹی پر تعینات تھی۔

شرکا کی طرف سے 'میرا جسم میری مرضی' اور 'عورت کیا مانگے آزادی' کے نعرے بھی لگائے جاتے رہے۔ خواتین آرٹسٹوں نے مختلف گیتوں اور خاکوں کے ذریعے مسائل کو اجاگر کیا۔

عورت مارچ سے قبل ویمنز ایکشن فورم اور عورت مارچ لاہور کی منتظمین نے لاہور پریس کلب میں نیوز کانفرنس کرتے ہوئے اپنے مطالبات پیش کیے۔ ویمنز ایکشن فورم کی کنوینر نائلہ ناز، بانی رکن خاور ممتاز، اور عورت مارچ کی نمائندہ نادیہ اور فاطمہ سمیت دیگر خواتین رہنماؤں نے چارٹر آف ڈیمانڈ پیش کیا۔

خواتین رہنماؤں نے مطالبہ کیا کہ عورتوں، مذہبی، لسانی وصنفی اقلیتوں، اور سیاسی مخالفین و مزاحمتی تحریکوں کو عام زندگی سے مٹانے کے سلسلے کو ختم کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ ان افراد کی جدوجہد کی اصل کہانیوں کو مکمل سچائی کے ساتھ تعلیمی نصاب، عجائب گھروں، اور تاریخی دستاویزات کا حصہ بنایا جائے جنہوں نے 12 فروری کو پدرشاہی اور ریاستی جبر کے خلاف مزاحمت کی۔

انہوں نے پنجاب پروٹیکشن آف ویمن ایگینسٹ وائیلنس ایکٹ مؤثر انداز میں نافذ کرنے، کام کی جگہوں پر جنسی ہراسانی کے ازالے کے لیے بنائی جانے والی انکوائری کمیٹیوں کو بلا خوف وخطر اپنا کام سرانجام دینے کی اجازت دینے، اور جبری طور پر مذہب کی تبدیلی کا خاتمہ کرنے کا مطالبہ کیا۔

خواتین رہنماؤں نے ٹرانسجینڈر اور خواجہ سراؤں کے ساتھ ہونے والے امتیازی سلوک اور تشدد کا خاتمہ کرنے، ٹرانس جینڈر پرسنز پروٹیکشن ایکٹ 2018 کو مضبوط بنانے، اور تمام لڑکیوں کے لیے تعلیم کے حق کو یقینی بنانے کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے اظہار اور اختلاف رائے کی آزادی کو یقینی بنانے، جبری گمشدگیوں کا خاتمہ کرنے، اور تمام جبری طور پر لاپتہ افراد کو واپس لانے کا مطالبہ بھی کیا۔

انہوں نے آزادی اظہار پر سینسرشپ کے لیے فائر والز اور حکمرانی کی ٹیکنالوجیز کے استعمال کو روکنے، پاکستان الیکٹرانک کرائمز ایکٹ 2012 میں کی گئی ترمیم کو واپس لینے، اور انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997 جیسے جابرانہ قوانین کے دائرہ کار کو مزید بڑھانے کے سلسلے کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا۔

خواتین رہنماؤں نے کہا کہ سب کے لیے صاف اور محفوظ ہوا کی فراہمی یقینی بنائی جائے۔ انہوں نے ریاست سے مطالبہ کیا کہ وہ سموگ سے مؤثر طور پر نمٹنے کے لیے محفوظ عوامی نقل وحمل میں سرمایہ کاری کرے۔ انہوں نے ماحولیاتی تبدیلی کے باعث ہونے والی نقل مکانی کو عوامی ایمرجنسی تسلیم کرنے، اور زرعی اراضی کو ذاتی مفاد میں استعمال کرکے غذائی قلت پیدا کرنے والے منصوبوں کو بند کرنے کا مطالبہ کیا۔

انہوں نے آئی ایم ایف کے کہنے پر کیے جانے والے کفایت شعارانہ اقدامات کو ختم کرنے، تمام ورکرز کو گزارے لائق اجرت دینے، اور ایسے مالکان کے خلاف سخت کارروائی کرنے کا مطالبہ کیا جو ورکرز کو گزارے لائق اجرت دینے سے انکاری ہوں۔ (بشکریہ روزنامہ ایکسپریس)

ملتان ملتان (سٹاف رپورٹر) 2 فروری کو ملتان میں عورت مارچ کا انعقاد کیا گیا، جس میں درجنوں خواتین، مرد، صنفی اقلیتیں اور انسانی حقوق کے کارکنان شریک ہوئے، مارچ کا مقصد خواتین کے بنیادی حقوق، مساوی مواقع، اور صنفی انصاف کی فراہمی کے ساتھ ساتھ موسمیاتی انصاف اور کام کی جگہوں پر تحفظ کو یقینی بنانے کے مطالبات کو اجاگر کرنا تھا۔ مارچ کے شرکاء نے جو مطالبات پیش کئے، ان میں مساوی اجرت اور مالی حقوق، خواتین اور صنفی اقلیتوں کے لیے یکساں اجرت، وراثتی حقوق کا تحفظ اور معاشی استحصال کے خاتمے، ماحولیاتی انصاف، موسمیاتی تبدیلی سے متاثرہ علاقوں میں خواتین اور بچوں کے لیے خصوصی اقدامات، ماحول دوست انفراسٹرکچر، اور تعلیمی اداروں میں ماحولیاتی آگاہی کے پروگرامز متعارف کرانے، دفاتر، فیکٹریوں، کھیتوں اور میڈیا ہاؤسز میں ہراسانی کے خاتمے اور انسدادِ ہراسانی قوانین پر سختی سے عمل درآمد، تمام لڑکیوں کے لیے مفت تعلیم، خواتین کے لیے بہتر طبی سہولیات، اور معذور افراد کے لیے خصوصی تعلیمی اقدامات، جبری شادیوں اور مذہبی تبدیلیوں کے خاتمہ، کم عمری کی شادیوں اور جبری مذہبی تبدیلیوں کے خلاف سخت قوانین کا نفاذ، تعلیمی اداروں میں اسٹوڈنٹ یونینز کی بحالی، اور نصاب سے صنفی امتیاز کے خاتمے کا مطالبہ، خواتین اور صنفی اقلیتوں کو آن لائن ہراسانی سے بچانے کے لیے مضبوط قوانین اور انٹرنیٹ تک سب کی آزادانہ رسائی کے مطالبات شامل ہیں۔
(بشکریہ روزنامہ جنگ)

لاہور آج کا دن نہ صرف خواتین کی جدوجہد کو تسلیم کرنے کا موقع ہے بلکہ صنفی مساوات کے ادھورے سفر پر غور کرنے کا لمحہ بھی۔ پاکستانی خواتین اور صنفی اقلیتی گروہوں کو اب بھی پیٹریارکی، سماجی تعصّبات، قانونی رکاوٹوں اور ادارہ جاتی عدم مساوات کا سامنا ہے۔ حقوق کی برابری صرف قانون سازی سے ممکن نہیں، بلکہ سماجی ڈھانچے میں حقیقی تبدیلی کی ضرورت ہے۔ خواتین کی آواز، نمائندگی، فیصلہ سازی میں شمولیت، اور آزادی اظہار کو یقینی بنانا سب سے ضروری ہے۔ ہمیں پالیسی اصلاحات، معاشرتی رویوں میں تبدیلی، اور انصاف تک مؤثر رسائی کے لیے مسلسل جدوجہد کرنی ہوگی۔

یہ دن ہمیں یاد دلاتا ہے کہ برابری کوئی رعایت نہیں، بلکہ ایک حق ہے۔ (سنی ضیاء)

پی ٹی آئی کے نومبر 2024 کے احتجاجی مظاہرے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ

تعارف

13 نومبر 2024 کو، پاکستان تحریک انصاف (پی ٹی آئی) نے اعلان کیا کہ وہ سابق وزیراعظم اور پارٹی کے بانی عمران خان اور پی ٹی آئی کے دیگر رہنماؤں کی رہائی کے ساتھ ساتھ 26ویں آئینی ترمیم کی منظوری کی مخالفت کے لیے اسلام آباد میں احتجاج کرے گی۔ احتجاج 24 نومبر کو ہونا تھا۔ اس کے جواب میں، اسلام آباد میں مقیم تاجروں نے اسلام آباد ہائی کورٹ میں ایک درخواست دائر کی، جو ان خدشات پر مبنی ہے کہ اگر احتجاج آگے بڑھا تو معمولات زندگی میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہے۔ وفاقی حکومت بھی احتجاج سے پریشان دکھائی دی کیونکہ بیلاروس کے صدر کی قیادت میں ایک اعلیٰ سطحی وفد 24-27 نومبر کے دوران اسلام آباد کا دورہ کرنے والا تھا۔ 21 نومبر کو عدالت نے پی ٹی آئی کی احتجاج کی کال کو غیر قانونی قرار دیتے ہوئے وفاقی حکومت کو اسلام آباد میں امن و امان برقرار رکھنے کے لیے تمام ضروری اقدامات کرنے کی ہدایت کی۔

تاہم، 26 نومبر تک، پی ٹی آئی کے کئی ہزار حامی اور کارکنان اسلام آباد میں اکٹھا ہو گئے تھے جن میں سے زیادہ تر خیبر پختونخوا سے تھے، جن کی قیادت پی ٹی آئی رہنما اور صوبائی وزیر اعلیٰ علی امین گنڈا پور اور خان کی اہلیہ بشریٰ بی بی کر رہے تھے۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں (ایل ای اے) کے کریک ڈاؤن میں، مظاہرین کو چار دن کے لاک ڈاؤن کے بعد شہر سے باہر نکال دیا گیا۔ پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز (پمز) کی پارکنگ میں احتجاج کی کوریج کرنے والے ایک صحافی کو بھی ساتھی سمیت گرفتار کیا گیا اور بعدازاں دہشت گردی کے الزام میں مقدمہ درج کرلیا گیا۔

پی ٹی آئی نے سنگین الزامات عائد کیے ہیں کہ کریک ڈاؤن کے دوران اس کے بہت سے مظاہرین ہلاک اور زخمی ہوئے، جن میں سے زیادہ تر ڈی چوک میں تھے، جو کہ احتجاج کے مرکزی مقامات میں سے ایک تھا۔ اس نے یہ بھی الزام لگایا ہے کہ اسلام آباد اور دیگر شہروں (خاص طور پر پنجاب اور خیبر پختونخوا میں) احتجاج سے چند روز قبل اور بعد میں ہزاروں پی ٹی آئی کارکنوں اور رہنماؤں کو 'جھوٹے الزامات' کے تحت گرفتار کیا گیا تھا، جبکہ تشدد کے ملزمان کے دوستوں اور رشتہ داروں کو اسلام آباد کی انسداد دہشت گردی کی عدالت کے باہر سے گرفتار کیا گیا تھا۔ پنجاب اور خیبر پختونخوا میں) جس پر اسے 'جھوٹے الزامات' قرار دیتے ہیں، جب کہ اسلام آباد میں انسداد دہشت گردی کی عدالت کے باہر تشدد کا الزام لگانے والوں کے دوستوں اور رشتہ داروں کو گرفتار کیا گیا۔ حکومت نے کسی بھی مظاہرین کے مارے جانے کی تردید کی ہے۔ اس نے احتجاج کے دوران کم از کم تین رینجرز اہلکاروں اور ایک پولیس کانسٹیبل کی ہلاکت اور ایل ای اے کے سینکڑوں اہلکاروں کے زخمی ہونے کا موردِ الزام پی ٹی آئی کو ٹھہرایا ہے۔ حکومت نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ پی ٹی آئی کے بہت سے مظاہرین مسلح تھے۔

ان متضاد دعوؤں، ہلاکتوں کی رپورٹس، حکومتی کریک ڈاؤن، اور انٹرنیٹ کی بندش کی وجہ سے عام طور پر مصدقہ معلومات کی عدم موجودگی، میڈیا میں ابہام اور ہسپتال انتظامیہ کی خاموشی کے پیش نظر، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے اسلام آباد میں فیکٹ فائنڈنگ مشن کا انعقاد ضروری سمجھا۔ مشن میں منیزے جہانگیر (ایچ آر سی پی کی شریک چیئرپرسن) ناصر زیدی (ایچ آر سی پی کی نسل ممبر) سعدیہ بخاری (ایچ آر سی پی کونسل ممبر)، بدر عالم (صحافی) اور خوشحال خان (ایچ آر سی پی اسٹاف ممبر) شامل تھے۔ قانونی مشاورت کے لیے مشن کے اراکین نے ایچ آر سی پی کی سابق چیئرپرسن اور وکیل حنا جیلانی کے ساتھ بھی ملاقات کی تھی۔

مشن نے پولیس اہلکاروں، وفاقی وزراء، وکلاء، احتجاج کی کوریج کرنے والے صحافیوں، پی ٹی آئی رہنماؤں اور پی ٹی آئی سے وابستہ متاثرین کے اہل خانہ سے ملاقاتیں کیں جنہیں مبینہ طور پر ایل ای اے کے اہلکاروں نے احتجاج کے دوران ہلاک کیا تھا۔ ٹیم نے ان دو ہسپتالوں کی انتظامیہ سے ملاقات کرنے کی بھی کوشش کی جہاں مبینہ طور پر ہلاک اور زخمیوں کو لایا گیا تھا مگر ان سے ملاقات نہ ہو سکی۔ ان میں سے کچھ انٹرویو بالمشافہ تھے جبکہ دیگر آن لائن اور ٹیلی فون پر کیے گئے تھے۔

فیکٹ فائنڈنگ درج ذیل حقائق ونتائج تک پہنچنے میں کامیاب رہا۔

- مشن کے لیے متاثرہ خاندانوں، حکومت، پی ٹی آئی اور صحافیوں کے بیانات اور شہادتوں کی تصدیق کرنا مشکل رہا۔
- دو وزراء کے علاوہ، پولیس کے نمائندوں سمیت کوئی بھی سرکاری اہلکار سرکاری مؤقف دینے کے لیے آمادہ نہیں تھا۔
- وفاقی حکومت کے دعووں کے برعکس، مشن کا موقف ہے کہ 26 نومبر کے احتجاج کے دوران جانی نقصان ہوا اور کئی لوگ زخمی ہوئے۔ کچھ مظاہرین کو لاٹھیاں، گولیاں، آنسو گیس کے گولے اور ایک یا دو واقعات میں ہتھیار اٹھائے ہوئے دیکھا گیا۔
- اس دعوے کی حمایت کرنے کے لیے کوئی ثبوت یا فوٹیج سامنے نہیں آیا ہے کہ ایل ای اے کے متعدد اہلکار مظاہرین کے ہاتھوں زخمی ہوئے۔
- ایچ آر سی پی کی درخواستوں کے باوجود، پولی کلینک اور پمز کی انتظامیہ نے فیکٹ فائنڈنگ ٹیم کے ساتھ بات کرنے سے انکار کردیا۔ صحافیوں اور مبینہ متاثرین کے اہل خانہ کے بیانات سے پتہ چلتا ہے کہ دونوں ہسپتال معلومات کو چھپا رہے ہیں۔
- مبینہ متاثرین کے سات خاندانوں میں سے جن کا ٹیم نے انٹرویو کیا، کم از کم چار نے لاشوں کی وصولی کے لیے دستاویزات (حلف ناموں) پر دستخط کرنے کا دعویٰ کیا۔ تاہم، انہوں نے کہا کہ ان کے پاس ان حلف ناموں کی نقول نہیں ہیں۔ کم از کم دو مبینہ متاثرین کے اہل خانہ نے بتایا کہ انہیں حلف ناموں پر دستخط کرنے پر مجبور کیا گیا جس میں قانونی کارروائی نہ کرنے کی شرط شامل تھی۔
- حکومت قانونی طور پر کسی بھی غیر فطری موت کی ایف آئی آر درج کرنے کی پابند ہے۔ تاہم، کوئی ایف آئی آر درج نہیں کی گئی کیونکہ حکومت کا موقف ہے کہ کوئی مظاہرین ہلاک نہیں ہوا۔
- جمع کی گئی شہادتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ پولیس نے احتجاج پر قابو پانے کے لیے لاٹھیوں، آنسو گیس کے شیلوں اور ربڑ کی گولیوں کی شکل میں غیر متناسب طاقت کا استعمال کیا۔ فیکٹ فائنڈنگ مشن نے مظاہرین کے خلاف براہ راست گولہ بارود کے استعمال کے بارے میں دریافت کرنے کے لیے وزیر داخلہ سے رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ٹیم سے ملنے کے لیے دستیاب نہیں تھے۔
- مشن نے مرکزی دھارے کے ذرائع ابلاغ کی طرف سے واقعے کی کوریج میں نمایاں کمی کو نوٹ کیا، اس کے ساتھ ساتھ یہ الزامات بھی مشاہدے میں آئے کہ صحافیوں کو اس پر رپورٹنگ کرنے سے خبردار کیا گیا تھا۔ ملک میں معلومات کے حق اور اظہار رائے کی آزادی پر نمایاں منفی اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ ایسے افراد کی بھی اطلاعات ہیں جنہوں نے نیشنل پریس کلب اور ایک نیوز سمیت میڈیا اداروں کو دھمکیاں دیں اور ان پر حملہ کیا۔

ماحصل

26 نومبر کے واقعے نے کئی اہم سوالات کو جنم دیا ہے، جس میں سچائی پہلی ہلاکت تھی۔ پی ٹی آئی نے دعویٰ کیا کہ بڑی تعداد میں مظاہرین مارے گئے، جب کہ حکومت نے زور دے کر کہا کہ اس کی سیکیورٹی فورسز غیر مسلح تھیں اور کوئی مظاہرین ہلاک نہیں ہوا۔ تاہم، مشن ان سات افراد کے اہل خانہ سے گفتگو کرنے میں کامیاب ہوا جو مبینہ طور پر احتجاج کے دوران مارے گئے تھے۔ اس کے علاوہ رینجرز اہلکاروں کی ہلاکت کی بھی اطلاعات ہیں۔ اگرچہ پر امن اجتماع کے حق کی آئینی ضمانت دی گئی ہے، لیکن اسے قانون کی حدود میں رہنا چاہیے۔ رپورٹس سے پتہ چلتا ہے کہ کچھ مظاہرین نے گولیاں، آنسو گیس کے گولے اور آتشیں اسلحے اٹھا رکھے تھے جو موقع پر دیکھے گئے۔ انتظامیہ نے احتجاج سے نمٹنے میں مہارت کی واضح کمی کا مظاہرہ کیا اور طاقت کا ضرورت سے زیادہ اور غیر متناسب استعمال کیا۔ مشن کو ان الزامات پر شدید تشویش ہے کہ ہسپتال انتظامیہ اور پولیس نے متاثرین کی لاشوں کو اس وقت تک روکے رکھا جب تک کہ ان کے اہل خانہ کسی قانونی کارروائی پر رضامند نہ ہوں۔ مزید برآں، مرکزی دھارے کے ذرائع ابلاغ پورے واقعے کی کوریج سے گھبرایا نظر آیا جو کہ ریاستی جبر یا سیلف سنسرشپ کے نتیجے میں ہو سکتا ہے۔ ذرائع ابلاغ کو بغیر کسی رکاوٹ کے زمینی صورتحال کا جائزہ لینے اور حقائق کو رپورٹ کرنے کی اجازت ہونی چاہیے تھی۔ مندرجہ بالا کلیدی نتائج کی روشنی میں، خاص طور پر کہ 26 نومبر کے احتجاج کے دوران جانی نقصان ہوا اور لوگ زخمی ہوئے، مشن حکومت پر زور دیتا ہے کہ وہ فوری طور پر ان واقعات کی آزادانہ و غیر جانبدارانہ تحقیقات کا اعلان کرے، جس میں مبینہ متاثرین کے اہل خانہ، پی ٹی آئی اور دیگر متعلقہ سیاسی فریقین شامل ہوں۔

محصور: 2023-24 میں مذہب یا عقیدے کی آزادی کی صورتحال

رابعہ محمود

تعارف

پاکستان میں مذہب یا عقیدے کی آزادی (FORB) کو مسلسل خطرہ لاحق ہے، مذہبی بنیاد پر تشدد اور امتیازی سلوک ہر سال بڑھ رہا ہے۔ پسماندہ اقلیتوں کو ان خلاف ورزیوں کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے کیونکہ تحفظات مزید کم ہو جاتے ہیں۔ یہ رپورٹ، جولائی 2023 اور جون 2024 کے درمیان FORB سے متعلق حقوق کی خلاف ورزیوں کا احاطہ کرتی ہے، مذہبی تعصب کے پھیلے ہوئے واقعات کو اجاگر کرتی ہے۔ اکثریتی مذہب کی بنیاد پرست اور رجعت پسند تشریحات کو افراد کو نشانہ بنانے، زندگیوں کو تباہ کرنے اور آزادیوں کو دبانے کے لیے ہتھیار بنائے جاتے ہیں۔ ریاستی حکام، سیاسی ارادے کی کمی اور اکثر مذہبی بدامنی کو سیاسی جوڑ توڑ کے لیے استعمال کرتے ہیں، اس بحران سے نمٹنے میں ناکام رہے ہیں۔ درحقیقت، آئین کا آرٹیکل 20، جو شہریوں کو اپنے مذہب کا دعویٰ کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کے حق کی ضمانت دیتا ہے، ایسا لگتا ہے کہ انتہائی دائیں بازو نے اسے ہائی جیک کر لیا ہے۔

اس عرصے میں عبادت گاہوں پر ہجوم کی قیادت میں حملے، قبروں کی بے حرمتی، لنچنگ، فرقہ وارانہ تشدد، ہندو اور عیسائی لڑکیوں کی جبری تبدیلی، توہین مذہب کے الزام میں لوگوں کی نقل مکانی، اور توہین مذہب کے مقدمات کا وسیع پیمانے پر اندراج دیکھا گیا ہے، جو اکثر سوشل میڈیا پر غلط معلومات کی وجہ سے ہوا کرتے ہیں۔ انتہائی دائیں بازو کے گروہوں نے تشدد بھڑکانے کے لیے پلیٹ فارمز کا استحصال جاری رکھا ہوا ہے، جیسا کہ پنجاب کے جڑانوالہ میں مسیحیوں کے گھروں اور گرجا گھروں پر ہجوم کے حملے میں دیکھا گیا۔ نفرت اور تشدد کے مرتکب افراد کے لیے استثنیٰ برقرار رہتا ہے، ریاست اور عدلیہ کو بیرونی اثرات کے طور پر سمجھا جاتا ہے اگر اور جب توہین مذہب کے الزام میں افراد کو ریلیف کی پیشکش کی جائے۔

سوشل میڈیا، میسنجر ایپس اور ٹیکسٹ میسجز پر مبینہ طور پر گستاخانہ اظہار کے خلاف درج ہونے والی شکایات کی وجہ سے توہین رسالت کے مقدمات کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ پنجاب میں اسپیشل برانچ کی تحقیقات کے باوجود، ایسے نیٹ ورکس کے خلاف کوئی ٹھوس اور موثر اقدامات نہیں کیے گئے جن پر لوگوں کو توہین رسالت کے جھوٹے مقدمات میں پھنسانے کا شبہ ہے، جو کہ استثنیٰ اور غیرت مندی کے ماحول کو ظاہر کرتا ہے۔ اگرچہ ان اور اسی طرح کے مقدمات میں توہین مذہب کے ملزمان کو اکثر ضمانتیں دی جاتی رہی ہیں، لیکن عام زندگی میں واپسی ناممکن ہے، یہاں تک کہ بری ہونے کے معاملات میں بھی۔ ایک اور پریشان کن رجحان پولیس کی ناقص تفتیش اور لنچنگ اور حملوں کے واقعات میں مسلم ہجوم کے شرکا کے خلاف کمزور قانونی کارروائی ہے۔

انسانی حقوق کے دفاع کاروں نے ہجومی تشدد کے مرتکب افراد کے لیے طویل ٹرائلز اور احتساب کی کمی کا مسئلہ اٹھانا جاری رکھا ہے، جن میں سے اکثر یا تو انتہائی دائیں بازو کی مذہبی سیاسی جماعتوں سے وابستہ ہیں یا ان کی حمایت کرتے ہیں۔ سوشل میڈیا پلیٹ فارمز اور واٹس ایپ کو توہین مذہب کا الزام لگانے والے افراد کے خلاف تشدد بھڑکانے، مذہبی اقلیتوں کے خلاف نفرت انگیز تقاریر پھیلانے اور مبینہ توہین رسالت کے واقعات کے بارے میں جعلی خبریں پھیلانے کے لیے بڑے پیمانے پر استعمال کیا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں متاثرین کے لیے خطرناک نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ دریں اثنا، فرقہ وارانہ تشدد جو بنیادی طور پر شیعہ برادریوں کو نشانہ بناتا ہے، پاکستان میں شدت اختیار کر گیا ہے، کرم (خیبر پختونخواہ) میں جاری بدامنی اور عدم تحفظ، گلگت بلتستان میں کشیدگی، اور کراچی کے کچھ حصوں میں تشدد۔

ہندو اور مسیحی خواتین اور لڑکیاں، خاص طور پر شمالی سندھ میں، گرومنگ اور اغوا کے لیے انتہائی غیر محفوظ ہیں۔ جیسا کہ اس سے پہلے ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آر سی پی) کے فیکٹ فائنڈنگ مشن نے نشاندہی کی تھی، سندھ میں مذہبی اقلیتوں کے خلاف امتیازی سلوک - پاکستان کے ہندوؤں کی اکثریت میں اضافہ جاری ہے۔ مذہبی اقلیتوں کو بے روزگاری، من مانی قانونی مقدمات اور حملوں کا سامنا ہے، جو انہیں انتقامی کارروائی کے خوف سے خاموش رہنے پر مجبور کرتے ہیں۔ 2023 کی مردم شماری مذہبی اقلیتوں کے لیے بھی عدم اطمینان کا باعث رہی ہے، جن کا خیال ہے کہ ان کی تعداد کم بتائی گئی تھی، جس سے ان کی آبادیاتی نمائندگی میں کمی آئی۔

FORB مہمات پر کام کرنے والے سول سوسائٹی گروپوں کو اہم رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑا، بشمول فنڈنگ تک محدود رسائی، نگرانی میں اضافہ، اور جانچ پڑتال۔ یہاں تک کہ گرجا گھر بھی اقتصادی امور کے ڈویژن کی منظوری کے بغیر غیر ملکی فنڈنگ حاصل نہیں کر سکتے۔ شہری آزادیوں، جمہوریت اور انسانی حقوق کی وکالت کرنے والی غیر منفعتی تنظیمیں اور انسانی حقوق کے محافظ ان پابندیوں سے نمایاں طور پر متاثر ہوئے ہیں۔

ایک مثبت پہلو یہ ہے کہ عدلیہ اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کی جانب سے مذہبی مقدمات اور حملوں میں مشتبہ افراد اور متاثرین کو ریلیف فراہم کرنے کی کبھی کبھار مثالیں دیکھنے کو ملتی ہیں، حالانکہ یہ نایاب ہیں۔ سندھ میں ڈپٹی اسپیکر اور پنجاب میں صوبائی وزیر کے عہدے پر دو اقلیتی اراکین اسمبلی کی تقرری ایک خوش آئند پیش رفت ہے۔

سفارشات

- ☆ وفاقی اور صوبائی حکومتوں کو ایسے افراد کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرنی چاہیے جو نفرت اور تشدد کو ہوا دیتے ہیں، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ انہیں کسی قسم کا استثنیٰ حاصل نہ ہو۔
- ☆ قانون نافذ کرنے والے اداروں کو نفرت انگیز تقاریر اور تشدد پر اکسانے، حملہ اور ہجوم کے تشدد کے واقعات کی تحقیقات کرنی اور ذمہ داران کو سزا دینی چاہیے، حتیٰ کہ توہین رسالت کے زبانی الزامات کی صورت میں بھی، اور نفرت انگیز تقاریر پھیلانے کے لیے لاؤڈ اسپیکر اور مساجد کے استعمال کو روکنا چاہیے۔
- ☆ متعلقہ مذہبی حکام کو اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ مسجد امام یا کوئی دوسرا فرد اشتعال انگیزی کے لیے مساجد کے لاؤڈ اسپیکرز کا استعمال نہ کرے اور جب مساجد کے ذریعے نفرت انگیز تقریر اور/ یا اشتعال انگیزی کا کوئی واقعہ پیش آئے تو انہیں ذمہ داری قبول کرنی چاہیے۔
- ☆ حکام کو مسیحی سول سوسائٹی اور جڑانوالہ کے رہائشیوں کے ہجوم، ٹی ایل پی کے اراکین اور دیگر انتہائی دائیں بازو کی مذہبی تنظیموں کے خلاف کارروائی نہ کرنے پر تشویش کا ازالہ کرنا چاہیے، جنہوں نے تشدد کو ہوا دی اور دو ایف آئی آر کے مطابق ہجوم میں سب سے آگے تھے۔ پہلے قدم کے طور پر، صوبائی حکام کو 16 اگست 2023 کے حملوں کے بارے میں ایک جامع رپورٹ مرتب کرنا اور عوامی طور پر جاری کرنا چاہیے، جس سے مسیحی برادری کے کسی فرد کو قربانی کا بکرا بنائے بغیر احتساب کو یقینی بنایا جائے۔
- ☆ عدلیہ، قانون نافذ کرنے والے اداروں اور پراسیکیوشن کو پاکستان پینل کوڈ کے متعلقہ سیکشنز اور دیگر قوانین کو غلط الزامات پر سزا دینے کے لیے نافذ کرنا چاہیے۔
- ☆ سیاسی جماعتوں اور سیکورٹی اسٹیبلشمنٹ کو سیاسی فائدے کے لیے مذہب کا استحصال کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔
- ☆ قانون نافذ کرنے والے اداروں کو، صوبائی حکام کے تعاون سے، توہین مذہب کے مقدمات گھڑنے میں ملوث اہلکاروں کی تحقیقات اور ان کے خلاف قانونی کارروائی کرنی چاہیے۔
- ☆ حکام کو اسپیشل برانچ پنجاب کی 'بلاسفیمی بزنس گینگ' کی تحقیقات پر غور کرنا چاہیے، اور وکلاء اور اہلکاروں سمیت افراد کے خلاف قانونی کارروائی کرنی چاہیے، لوگوں کو ڈاکٹروں والی تصاویر کے ذریعے توہین مذہب کے مقدمات میں پھنسانے اور مشتبہ افراد کو بلیک میل کرنے کے لیے۔ جیسا کہ اسپیشل برانچ نے تجویز کیا ہے، توہین مذہب کے الزامات کی شکایت کرنے والوں کے آلات پر فرانزک کی جانی چاہیے۔ اسلام آباد اور راولپنڈی میں وفاقی تحقیقاتی ایجنسی کے افسران کو بھی مذکورہ گینگ کے مقدمات کی تفتیش میں ناکامی پر جوابدہ ہونا چاہیے۔ غلط الزام لگانے والوں کو فوری طور پر رہا کیا جانا چاہیے، اور انصاف کو یقینی بنانے کے لیے ان کے ٹرائل کو تیز کیا جانا چاہیے۔
- ☆ حکام کو ٹیمپلیٹ پر مبنی توہین رسالت کی ایف آئی آر درج کرنے کے بار بار ہونے والے انداز کی چھان بین کرنی چاہیے، جو

اکثر اقلیتی عقائد کے ارکان کو نشانہ بناتے ہیں۔ توہین رسالت کے قوانین کا استحصال کرنے والے ذمہ داروں کو جوابدہ ہونا چاہیے اور انہیں انصاف کے کٹہرے میں لانا چاہیے تاکہ توہین رسالت کے قانون کے مزید غلط استعمال کو روکا جاسکے۔

☆ قانون نافذ کرنے والے حکام کو انتہائی دائیں بازو کے گروہوں کو خوش کرنے کے دبائیوں سے جاری عمل کو روکنا چاہیے جو ان پر اذیت کا شکار مذہبی کمیونٹیز کو نشانہ بنانے کے لیے دباؤ ڈالتے ہیں۔

☆ حکومت کو اقلیتوں کے حقوق کے لیے ایک آزاد آئینی قومی کمیشن قائم کرنا چاہیے، جو تمام مذہبی برادریوں کے لیے مساوی نمائندگی کو یقینی بنائے۔

☆ وفاقی اور صوبائی حکام کو احمدیوں، مسیحیوں، ہندوؤں اور دیگر کمزور گروہوں کے تحفظ کے لیے این سی ایچ آر کی سفارشات پر عمل درآمد کرنا چاہیے اور آن لائن اور آف لائن توہین رسالت کے جھوٹے الزام کے شکار متاثرین کے لیے انصاف کو یقینی بنانا چاہیے۔

☆ عدالتی اور سرکاری حکام کو 2014 کے سپریم کورٹ کے فیصلے اور مذہبی آزادیوں پر سپریم کورٹ کی دیگر نظیروں کو نافذ کرنا چاہیے۔

ضلعی حکام اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے غیر قانونی چھاپے، گرفتاریاں اور احمدیوں کو دھمکانے کا سلسلہ بند ہونا چاہیے۔

☆ قانون نافذ کرنے والے اداروں کو احمدیوں کی عبادت گاہوں اور قبروں کی توڑ پھوڑ کو روکنا چاہیے، خاص طور پر پنجاب اور سندھ میں۔ حکام کو اس طرز عمل کو فوری طور پر ختم کرنا چاہیے اور کمیونٹی کی املاک کی مکمل حفاظت کو یقینی بنانا چاہیے۔

☆ حکومت، ماہرین اور سول سوسائٹی کے ان پٹ کے ساتھ، توہین مذہب کے الزامات پر تشدد بھڑکانے کے لیے استعمال ہونے والی آن لائن غلط معلومات کا مقابلہ کرنے کے لیے میکانزم قائم کرے۔

حکام کو چاہیے کہ وہ سماجی نظم وضبط اور مذہبی ہم آہنگی کو برقرار رکھنے کی ذمہ داری ستائے ہوئے گروہوں پر ڈالنا چھوڑ دیں اور شکایت کرنے والے مذہبی رہنماؤں کو جوابدہ ٹھہرائیں تاکہ بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دیا جاسکے۔

عید اور محرم کے دوران قائم ہونے والے بین المذاہب گروپس اور امن کمیٹیوں کو مذہبی اقلیتی رہنماؤں کی مساوی شرکت کو یقینی بنانا چاہیے اور انہیں ڈرانے دھمکانے سے گریز کرنا چاہیے۔

میڈیا آؤٹ لیٹس، مرکزی دھارے اور آزاد دونوں کو، خود پر عائد سنسر شپ کو ختم کرنا چاہیے اور مذہبی امتیاز اور ظلم وستم کی مسلسل کوریج فراہم کرنی چاہیے۔

(مذہب یا عقیدے کی آزادی سے متعلق ایچ آر سی پی کی رپورٹ)

متجنس افراد کی شناخت کے حوالے سے جاری جدوجہد

ہیر علوی

پاکستان میں متجنس افراد کو قومی شناختی کارڈ کے حصول میں شدید مشکلات کا سامنا ہے، جو ان کی روزمرہ زندگی میں مزید رکاوٹیں پیدا کرتی ہیں۔ 2018 میں منظور ہونے والے "متجنس افراد کے حقوق کا تحفظ ایکٹ" کے تحت، ہر متجنس فرد کو اپنی صنفی شناخت کے مطابق CNIC حاصل کرنے کا حق دیا گیا تھا۔ یہ قانون نہایت ترقی پسند تھا اور اس نے پاکستان بھر میں متجنس افراد کے شناختی مسائل کو حل کرنے میں مدد فراہم کی۔

تاہم، 2020 میں جب اس قانون کے قواعد وضوابط نافذ کیے گئے تو ہر متجنس فرد کو "X" جنس کے نشان والا کارڈ جاری کرنے کی شرط رکھی گئی۔ یہ اقدام قانون کی روح کے خلاف تھا، کیونکہ قانون کے مطابق ہر فرد کو اپنی صنفی شناخت کے مطابق CNIC حاصل کرنے کا حق تھا۔ حکومت نے تمام جنسی وصنفی اقلیتوں کو ایک ہی خانے میں ڈال کر "X" جنس کا نشان مقرر کیا، جبکہ نادرا اس سے پہلے اپنے ریکارڈ میں متجنس افراد کو ان کی صنفی شناخت کے مطابق درج کر رہا تھا۔

پاکستان کی خواجہ سرا کمیونٹی کی اکثریت خود کو تیسری جنس کے طور پر شناخت کرتی ہے۔ تاہم، ایک بڑی تعداد میں خواجہ سرا اور متجنس افراد بھی موجود ہیں جو "X" جنس کے نشان والے کارڈ کے بجائے مرد یا عورت کے طور پر شناختی کارڈ حاصل کرنا چاہتے ہیں تاکہ معاشرے میں انہیں کسی بھی مقام پر امتیازی سلوک کا سامنا نہ ہو۔ نادرا کی عدم تعاون کی وجہ سے انہوں نے اپنی شناخت کی تبدیلی کے عمل کو روک دیا ہے۔

جب 2018 کے متجنس افراد کے حقوق کے تحفظ ایکٹ کو شریعت عدالت میں چیلنج کیا گیا اور عدالت نے اسے غیر اسلامی قرار دیا، تو نادرا نے فوری طور پر متجنس افراد کو CNIC جاری کرنا بند کر دیا۔ اس فیصلے کے خلاف متجنس کمیونٹی نے بڑے پیمانے پر احتجاج کیا اور شریعت عدالت کے فیصلے کو سپریم کورٹ میں چیلنج کیا۔

شریعت عدالت کے فیصلے کو چیلنج کیے جانے کے بعد، نادرا نے دوبارہ متجنس افراد کو CNIC جاری کرنا شروع کیا، لیکن اب اس عمل میں کئی مشکلات درپیش ہیں۔ قانون کی سب سے اہم شق یہ تھی کہ کسی بھی متجنس فرد کو اپنی جنس کی تبدیلی کے لیے طبی سرٹیفکیٹ فراہم کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی، کیونکہ یہ کسی بھی فرد کی عزت نفس کو مجروح کرتا ہے اور پاکستان کے آئین کے خلاف ہے۔ اپنے جنسی اعضاء کو کئی لوگوں کے سامنے ظاہر کرنے جیسے عوامل پر مشتمل طبی سرٹیفکیٹ نادرا حکام کو پیش کرنا احساس شرمندگی کا باعث بنتا ہے۔

اب پاکستان بھر میں متجنس اور خواجہ سرا افراد کو اپنے CNIC پر "X" جنس کا نشان حاصل کرنے میں بھی مشکلات کا سامنا ہے، کیونکہ نادرا حکام اس معاملے میں غیر یقینی کا شکار ہیں۔ حکومت متجنس اور خواجہ سرا کمیونٹی کی مدد کے لیے پرعزم ہے، لیکن شناخت سے متعلق مسائل کی عدم سمجھ بوجھ اور مناسب پالیسیوں کی کمی کی وجہ سے خاطر خواہ اقدامات نہیں کیے جا رہے۔

صرف نادرا ہی نہیں، بلکہ تعلیمی ادارے بھی متجنس افراد کے شناختی حقوق کے حوالے سے لاعلمی کا شکار ہیں۔ اعلیٰ تعلیمی کمیشن (HEC)، انٹرمیڈیٹ بورڈز، سرکاری جامعات اور دیگر تعلیمی ادارے متجنس افراد کے لیے نام اور جنس کی تبدیلی کے عمل سے مکمل طور پر ناآشنا ہیں۔ انٹرمیڈیٹ بورڈز کی جانب سے کسی بھی جنس کے نشان میں تبدیلی کے لیے سرکاری اسپتالوں سے میڈیکل سرٹیفکیٹ طلب کیا جاتا ہے، جو کہ متجنس افراد کے حقوق کے تحفظ کے قانون 2018 کی کھلی خلاف ورزی ہے۔

مزید برآں، پاکستان میں کسی بھی سرکاری اسپتال میں جنسی شناخت سے متعلق طبی امداد (Gender Affirming Care) فراہم نہیں کی جاتی، جس کی وجہ سے کئی متجنس افراد کو صحت سے متعلق مزید رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسے افراد جو اپنی صنفی شناخت کے مطابق زندگی گزارنا چاہتے ہیں، انہیں غیر محفوظ یا مہنگے متبادل طریقے اختیار کرنے پڑتے ہیں، جو اکثر خطرناک ثابت ہوسکتے ہیں۔

متجنس افراد کے لیے CNIC کا حصول ایک بنیادی حق ہے جو انہیں تعلیم، ملازمت، صحت کی سہولیات اور دیگر شہری حقوق تک رسائی فراہم کرتا ہے۔ شناختی کارڈ کے بغیر، یہ افراد معاشرتی اور معاشی نظام سے باہر رہ جاتے ہیں، جو ان کی زندگیوں کو مزید مشکل بناتا ہے۔

حکومت کو چاہیے کہ وہ متجنس اور خواجہ سرا افراد کے مسائل کو سنجیدگی سے لے اور نادرا حکام کی تربیت کے ذریعے ان مسائل کا حل نکالے۔ مزید برآں، تعلیمی اداروں کو بھی متجنس افراد کے حقوق کے بارے میں آگاہ کیا جائے اور انٹرمیڈیٹ بورڈز اور جامعات کو اس حوالے سے واضح ہدایات فراہم کی جائیں۔ متجنس افراد کے حقوق کے تحفظ کے لیے موجود قوانین پر مؤثر عمل درآمد یقینی بنایا جائے، تاکہ متجنس افراد بھی معاشرے کے مساوی شہری کے طور پر زندگی گزار سکیں اور پاکستان کی ترقی میں اپنا حصہ ڈال سکیں۔

’پاکستانی جیلوں میں قید خواتین اپنے قانونی حقوق سے لاعلم ہیں‘

ردا طاہر

دنیا بھر میں جیلوں میں قید خواتین کی تعداد میں مرد قیدیوں کے مقابلے میں زیادہ تیزی سے اضافہ ہورہا ہے۔ اگرچہ بہت سے ممالک کی جیلوں میں اب بھی خواتین قیدیوں کی آبادی کا تناسب کم ہے لیکن اگر عالمی سطح پر بات کی جائے تو جیلوں میں مرد قیدیوں کی تعداد میں 25 فیصد جبکہ خواتین قیدیوں کی شرح میں 33 فیصد اضافہ ریکارڈ کیا گیا۔

دنیا بھر میں خواتین کو قید کی سزائیں ملنے کی سب سے زیادہ عام وجہ منشیات سے متعلقہ جرائم ہیں۔ دنیا بھر میں 35 فیصد خواتین منشیات سے متعلقہ جرائم کی پاداش میں قید ہیں جبکہ اس کے مقابلے میں مردوں کی شرح 19 فیصد ہے۔

پاکستان کی جیلوں میں خواتین قیدیوں کی تعداد میں 2.8 فیصد اضافہ دیکھا گیا ہے۔ 2024ء میں ایک ہزار 550 قیدیوں کے ساتھ خواتین جیل کی مجموعی تعداد کا 1.5 فیصد حصہ بنتی ہیں۔ ان 1.5 فیصد میں سے 73.41 فیصد خواتین کا ٹرائل جاری ہے۔ جسٹس پروجیکٹ پاکستان کی طرف سے جاری کردہ نارکوٹکس اوفنسز فیکٹ شیٹ 2025ء کے مطابق پاکستان بھر میں 375 خواتین قیدی منشیات سے متعلقہ مقدمات میں قید ہیں۔

اقوامِ متحدہ کے دفتر برائے منشیات اور جرائم (یو این او ڈی سی) کے مطابق عموماً دنیا بھر میں منشیات استعمال کرنے والوں میں تین چوتھائی سے زائد مرد ہیں، یعنی مرد خواتین کے مقابلے میں منشیات کا استعمال زیادہ کرتے ہیں۔ تاہم خواتین کو ان جرائم میں زیادہ قید کی سزائیں ہوتی ہیں۔

ہمارے نظام عدل میں صنفی امتیاز کی وجہ سے خواتین کو انصاف تک مساوی رسائی نہیں مل پاتی۔ خواتین شاذ و نادر ہی منشیات کی تجارت میں ملوث پائی جاتی ہیں جبکہ وہ ترسیل کرنے والی غیر مشتبہ کوریئرز کے طور پر متحرک ہوتی ہیں۔ خواتین کی گرفتاری سے منشیات کے منظّم جرائم کو زیادہ نقصان نہیں ہوتا۔ مگر وہ پولیس کے لیے آسان ہدف ہوتی ہیں۔

عام طور پر منشیات سے متعلقہ جرائم سنگین ہوتے ہیں جو ناقابلِ ضمانت ہوتے ہیں۔ تاہم ضابطہ فوجداری میں خواتین کی ضمانت کے حوالے سے خصوصی دفعات شامل ہیں۔ دفعہ 497(1) خواتین مجرمان کے لیے ضمانت کا حصول آسان بناتی ہے۔

ہمارے ملک میں خواتین کو اپنے قانونی حقوق کا علم نہیں اور وہ اکثر پسماندہ پس منظر سے تعلق رکھتی ہیں جبکہ وہ قانونی معاونت کے اخراجات بھی برداشت نہیں کر پاتی ہیں۔ آئین کے آرٹیکل 10 اے کے تحت منصفانہ ٹرائل کے حق فراہم کرنے میں ریاست کا کردار غیر مؤثر رہا ہے۔ مثال کے طور پر سندھ جیل خانہ جات اور اصلاحی خدمات ایکٹ 2019ء کے سیکشن 55 کے تحت قائم کی گئی کمیٹی برائے جیل خانہ جات، ’گھناؤنے جرائم‘ بشمول منشیات سے متعلق جرائم میں قانونی نمائندگی فراہم نہیں کرتی۔ اس سے جھوٹے الزام میں مقدمات اور جیل کی سزا جھیلنے والے افراد کو قانونی تحفظ نہیں مل پاتا۔

مجرمان کو انصاف دینے والے قانونی نمائندگان میں صنفی تنوع نہیں جو کہ عدالتی نظام عدل میں صنفی تعصب، دقیانوسی تصورات اور اس کی بدنامی میں کردار ادا کرتا ہے۔ ہمارے ملک میں پولیس افسران، پروسیکیوٹرز اور ججز کے عہدوں پر بہت کم خواتین فائز ہوتی ہیں۔ نتیجتاً پدرشاہی معاشرے میں مردوں کی قانونی ضروریات کو ترجیح دی جاتی ہے حالانکہ خواتین قیدیوں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہورہا ہے۔

اس کے علاوہ جیلوں میں قید خواتین کو اپنے طور پر مختلف چیلنجز درپیش ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر وہ اپنے بچوں سے علحیدگی پر مجبور ہوتی ہیں، تعصب، تشدد، ادویات اور ری ہیب کی سہولیات تک انہیں بہت محدود رسائی حاصل ہوتی ہے۔

ہمارے معاشرے کی وجہ سے جیلوں میں قید خواتین بدنامی کا باعث سمجھا جاتا ہے۔ اگرچہ مرد جیل جائیں تو ان کی بیویاں دوران سزا اور بعد میں ان کا ساتھ دیتی ہیں لیکن خواتین اگر جیل جائیں تو ان کے خاوند، خاندان اور برادری انہیں چھوڑ دیتے ہیں۔

منشیات کنٹرول ایکٹ 1997ء میں 2022ء میں کی گئی ترمیم نے سزائے موت کو ختم کردیا ہے لیکن پھر بھی ایسی سخت سزائیں موجود ہیں جو غیر متناسب طور پر خواتین مجرمان پر بھی عائد ہوتی ہیں۔

نظام عدل میں شامل خواتین کے خلاف صنفی بنیاد پر امتیازی سلوک سے نمٹنے کے لیے پاکستان کو ہر مرحلے پر درپیش چیلنجز سے نمٹنے کے لیے وسیع پیمانے پر کارروائیوں کی ضرورت ہے۔ ان کوششوں کو 2010ء کے اقوام متحدہ کے بنکاک کے قوانین کے مطابق ہونا چاہیے جو خواتین قیدیوں کے ساتھ سلوک اور ان پر پابندیوں پر توجہ مرکوز کرتے ہیں، ساتھ ہی اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ خواتین کے ساتھ منصفانہ اور مناسب سلوک ہو۔

نظام عدل کا حصہ افراد کو آئین کے آرٹیکل 25(3) کے مطابق خواتین اور بچوں کے لیے خصوصی دفعات فراہم کرنے والے قومی قوانین پر عمل درآمد کرنا چاہیے۔

ریاست کو قانونی اصلاحات کے ذریعے خواتین کی غیر ضروری قید کو کم کرنے کے لیے نظام عدل کی صلاحیتوں میں اضافے کی تربیت اور غیر حراستی اقدامات کو فروغ دینا چاہیے۔ جہاں ممکن ہو وہاں ضمانت، پروبیشن اور پیرول کو قید کے متبادل کے طور پر استعمال کیا جانا چاہیے۔

قانونی معاونت کے لیے ویمن ان ڈسٹریس اینڈ ڈیٹینشن فنڈ ایکٹ 1996ء کو لیگل ایڈ اینڈ جسٹس اتھارٹی ایکٹ 2020ء کے ذریعے منسوخ کردیا گیا تھا۔ یہ قانون خواتین کے حقوق کے تحفظ میں غیر مؤثر رہا ہے۔ صوبائی اور وفاقی حکومتوں کو سماجی بحالی کے پروگرامز پر توجہ دیتے ہوئے خواتین کی مفت قانونی امداد تک رسائی کو مضبوط بنانا چاہیے۔

بلآخر ریاست کو جرائم کی روک تھام پر توجہ دینی چاہیے۔ جرائم کے بنیادی اسباب کو حل کرنے اور بحالی کے مؤثر پروگرام تیار کرنے سے مواقع پیدا ہوں گے۔ سخت سزاؤں پر انحصار کرنے کے بجائے ریاست کو مجرمان کو معاشرے کا دوبارہ حصہ بنانے اور دوبارہ جرم کرنے کے امکانات کو کم کرنے میں مدد کرنی چاہیے۔

(بشکریہ روزنامہ ڈان)

موسمیاتی تبدیلی: 'جنوبی ایشیا خطے میں تمام ممالک کی تقدیر ایک جیسی ہے'

علی توقیر شیخ

ایک جانب لاہور سے دہلی تک مختلف شہروں کو اسموگ نے اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے وہیں پنجاب سے بہار تک کاشتکاروں کو بدلتے مون سون موسم کا بھی سامنا ہے جس سے زراعت کے صدیوں پرانے طریقے متاثر ہو رہے ہیں۔ یہ ہمارے لیے یاد دہانی ہے کہ موسمیاتی تبدیلی کی کوئی سرحد نہیں۔

اگرچہ پاکستان موسمیاتی تبدیلی سے سب سے زیادہ متاثرہ 10 ممالک میں شامل ہے لیکن یہ چیلنج پورے جنوبی ایشیا میں پھیل رہا ہے جہاں موسمیاتی تبدیلی سے دنیا کی آبادی کا ایک بڑا حصہ متاثر ہوتا ہے۔ جنوبی ایشیا دنیا میں موسمیاتی تبدیلی کا گڑھ بن کر سامنے آیا ہے جبکہ سائنسی شواہد ثابت کرتے ہیں کہ خطے میں رونما ہونے والی موسمیاتی اور ماحولیاتی تبدیلیوں کی ماضی میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

گزشتہ ہفتے اسلام آباد میں منعقدہ ڈان میڈیا گروپ کے زیرِ اہتمام موسمیاتی تبدیلی پر عالمی کانفرنس آگاہی کے لیے ایک اہم قدم تھا جہاں 100 سے زائد مقررین کی جانب سے موسمیاتی تبدیلی سے نمٹنے کے خیالات شیئر کیے گئے۔ میرے لیے اس کانفرنس کا سب سے اہم پیغام، اس کا سلوگن تھا، 'آیئے تبدیلی کا مل کر سامنا کریں'۔

جب خطے کے ماحولیاتی بحران کی بات آتی ہے تو یہ سلوگن ایک مضبوط پیغام دیتا ہے۔ ہم جس جغرافیہ میں رہتے ہیں، وہاں ہم سب کی تقدیر ایک جیسی ہے۔ خلیج بنگال سے بحیرہ ہند تک، ہم سب ایک ایکو سسٹم کا حصہ ہیں جو ہماری تہذیبوں کو تشکیل دیتا ہے۔ قومی حدود سے تجاوز کرتے ہوئے ہمارا مستقبل مشترکہ ماحولیاتی نظاموں کے ذریعے ایک دوسرے سے منسلک ہے۔ یہ باہمی ربط کئی طریقوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ دریاؤں کا بہاؤ پھر چاہے وہ زیادہ مقدار میں سیلاب کا باعث بنے یا خشک سالی اور قحط کا، یہ مسائل سرحدیں نہیں جانتے اور یکساں طور پر جنوبی ایشیا کی کمیونٹیز کو متاثر کرتے ہیں۔

سیالکوٹ (2020ء)، اتراکھنڈ (2021ء)، نوشہرہ (2022ء)، ہنزہ اور ہماچل پردیس (2023ء) میں غیر معمولی بارشوں نے قرب و جوار میں مقیم کمیونٹیز کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔ یہ واقعات بتاتے ہیں کہ کیسے موسمیاتی آفات کے اثرات مخصوص خطوں یا ممالک تک محدود نہیں۔

جب نیپال میں برفانی جھیلیں پھٹتی ہیں تو ان کے اثرات بہار اور بنگلہ دیش میں بھی مرتب ہوتے ہیں۔ جب سمندری طوفان یاس (2021ء) خلیج بنگال سے ٹکرایا تو اس کے اثرات اڈیشا (اڑیسہ) اور مغربی بنگال میں محسوس کیے گئے۔ سمندری طوفان بپر جوئے (2023ء) نے جب آخری وقت میں پاکستان سے ٹکرانے کا فیصلہ بدل لیا تو ٹھٹہ، بدین اور کراچی میں تیز ہواؤں کے ساتھ بارشیں ہوئیں، جس کے بعد بھارت میں گجرات جاکھاؤ پورٹ کے قریب لینڈ سلائیڈنگ ہوئی۔ ایسے مستقل چیلنجز کا مقابلہ ممالک اپنے طور پر تن تنہا نہیں کرسکتے۔ ہمارے خطے کو جن متعدد اور بڑھتے ہوئے چیلنجز کا سامنا ہے وہ مشترک ہیں۔ برفباری کے پیٹرن میں ڈرامائی تبدیلی دیکھنے میں آرہی ہے جبکہ گلیشیئرز اور جمی ہوئی زمینوں کے پگھلاؤ نے مسائل کو مزید سنجیدہ رخ دیا ہے۔ مون سون کا موسم جو تاریخی اعتبار سے زراعت میں مدد کرتا ہے، اب غیر متوقع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ زمینی اور زیرِ زمین پانی کی صورت حال پر خطے کا انحصار کرنا مشکل ہو گیا ہے۔

خطے کے موسمیاتی پہلوؤں کے اثرات فوری ماحولیاتی اثرات سے مختلف اور زیادہ ہیں۔ روہنگیا سے کراچی تک ہجرت کے روایتی ڈھانچے میں بھی تبدیلی آئی ہے جبکہ وبائی بیماریاں جیسے افغانستان میں پولیو وائرس بہت کم وقت میں خطے میں پھیل رہا ہے اور سرحد پار اپنے تباہ کن اثرات مرتب کرتے ہیں جو خطے کے بحران میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اس نوعیت کے بحران سے نمٹنے کے لیے عالمی سطح پر ممالک کا باہمی تعاون درکار ہے۔

ان غیر روایتی سلامتی کے خطرات کی اہمیت کو سمجھنا انتہائی ضروری ہے۔ یہ خطرات خالصتاً اندرونی ہیں نہ مکمل طور پر بین الاقوامی۔ موسمیاتی تبدیلی کے حوالے سے عالمی مباحثوں نے اکثر ہماری علاقائی اور اندرونی گفتگو کو دبایا ہے جبکہ بعض اوقات مقامی سطح پر حل تلاش کرنے اور خطے کی کوششوں پر بھی اثر پڑا ہے۔ تاہم ان چیلنجز کو ایسے حالات کی طرف لے جانے کی ضرورت نہیں ہے جہاں کسی کو کوئی فائدہ حاصل نہ ہو بلکہ ایسے حل تلاش کرنے کے مواقع پیدا کرسکتے ہیں جن سے تمام ممالک مستفید ہوں۔

یہ اہم اس لیے ہے کیونکہ ماحولیاتی بحران، غیر روایتی سلامتی کے خطرات کا باعث بنتا ہے جنہیں روایتی طریقوں سے حل نہیں کیا جاسکتا۔

روایتی آگاہی کی کوئی سرحد نہیں ہوتی۔ چترال سے تامل ناڈو تک خطے کے کاشتکار موسم کی پیش گوئی کے لیے مشترک روایتی طریقوں پر انحصار کرتے ہیں۔ 2022ء میں پاکستان نے جس موسمیاتی آفت کا سامنا کیا، اس سے پتا چلا کہ موسمیاتی بحران کسی ایک ملک کا مسئلہ نہیں ہے۔ جب دریائے سندھ میں پانی کی سطح میں اضافہ ہوا تو یہ واضح ہوگیا کہ گلیشیئرز کے پگھلنے میں تبدیلی اور بالائی علاقوں میں بارش کے براہ راست اثرات زیریں علاقوں میں مقیم کمیونٹیز پر مرتب ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب بھارتی پنجاب میں کسان فصلوں کی باقیات کو نذرِ آتش کرتے ہیں تو اس سے پیدا ہونے والے اسموگ سے ہوا کا معیار خراب ہوتا ہے جبکہ یہ اسموگ ہوا کے پیٹرن اور رفتار پر انحصار کرتے ہوئے دور دراز علاقوں میں پھیلتی ہے۔ اسموگ کے اثرات لاہور، کراچی، لکھنؤ اور بہار کے چند علاقوں سمیت خطے کے مختلف مقامات پر ظاہر ہوتے ہیں۔

ان چیلنجز سے نمٹنے کے لیے پیچیدہ، طویل مدتی اور مشترکہ کوششوں کی ضرورت ہے۔ یہ مسئلہ معلومات، معیشت اور متنوع ذمہ دار حلقوں کے درمیان تعاون کا تقاضا کرتا ہے۔ عالمی مالیاتی وسائل سے مقامی حل کو تبدیل کرنے کے بجائے مقامی علم اور تجاویز کو ترجیح دی جانی چاہیے اور ان کے ساتھ ساتھ عالمی مالیاتی وسائل کا استعمال کیا جانا چاہیے۔

اس طرح کے مشترکہ چیلنجز کا حل، بین الاقوامی وسائل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مقامی تجاویز کو ترجیح دینے میں ہے۔ سمندر کی بڑھتی ہوئی سطح کھلنا اور کاکس بازار سے لے کر اڈیشا اور ممبئی سے ٹھٹہ اور بدین تک، برصغیر کی ساحلی پٹی کو پُرخطر بنا رہی ہے۔ حل ان کمیونٹیز کی جانب سے سامنے آنا چاہیے جن کی نسلیں وہاں طویل مدت سے آباد ہیں۔

موسمیاتی حالات، جنوبی ایشیا کے تجارتی ماحول پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر شدید موسم کے باعث پیدا ہونے والی سبزیوں کی کمی کو پورا کرنے کے لیے بھارت سے ہنگامی بنیادوں پر سبزیاں درآمد کروائی جاتی تھیں۔ یہ ان لچکدار علاقائی پالیسیز کی ضرورت کو اجاگر کرتا ہے جو موسمیاتی تبدیلی کی وجہ سے پیدا ہونے والی قلت کے دوران فوری تجارت کی حمایت کرتی ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق علاقائی تجارت میں اضافے سے پاکستان کی جی ڈی پی میں ایک فیصد تک بہتری آسکتی ہے۔

اس علاقائی بحران کے حوالے سے آگاہی پھیلانے میں میڈیا کلیدی کردار ادا کرسکتا ہے۔ موسمیاتی تبدیلی بنیادی طور پر ایک ترقیاتی مسئلہ ہے جس کے لیے قارئین کو گورننس، سیاسی معیشت اور کمیونٹیز پر اس کے اثرات کو سمجھنا ہوگا۔ اگرچہ آفات کی کوریج اہم ہے لیکن عوام اب مزید گہری رپورٹنگ چاہتے ہیں کہ کس طرح موسمیاتی پالیسیز قومی ترقی سے منسلک ہیں۔ وہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ پالیسیز کس طرح موافقت پیدا کرسکتی ہیں اور منصفانہ ترقی کی حمایت کرسکتی ہیں۔

لوگ جاننا چاہتے ہیں کہ چنئی پانی کی قلت سے کیسے نمٹ رہا ہے، شہری ہیٹ ویوز کی بگڑتی صورت حال کو سنبھالنے کے لیے احمد آباد کیا کر رہا ہے جبکہ ڈھاکا اور ممبئی اپنی آبادی کو سیلاب سے بچانے کے لیے کیا تدابیر اپنا رہے ہیں۔ آسام میں چائے کے باغیچوں سے لے کر ملتان میں آم کے باغات تک، کیرالہ کی ماہی گیر کمیونٹی سے لے کر سوات کے پہاڑوں کے کاشتکاروں تک، موسمیاتی تبدیلی سب کو متاثر کررہی ہے۔ ایسے میں ہم سب کا ردعمل بھی مشترکہ ہونا چاہیے۔

پورے خطے میں اختراعی حل کے حوالے سے دلچسپی میں اضافہ ہوا ہے۔ خطے بھر کی کمیونٹیز کے مجوزہ حل سے دیگر ممالک کے افراد بھی مستفید ہوسکتے ہیں۔ بہت سے ممالک میں حکومتیں موسمیاتی کمزوریوں کو کم کرنے کے لیے مقامی کوششوں کی حوصلہ افزائی اور حمایت کررہی ہیں۔ تاہم پاکستان کو مقامی حکومتیں بنانے اور انہیں وسائل فراہم کرنے کی ضرورت ہے تاکہ مقامی سطح پر مزاحمت یا لچک پیدا کی جاسکے۔ یہ میڈیا کے لیے ایک موقع ہے کہ وہ باقاعدہ کالمز، تجاویز اور علاقائی حل پر توجہ مرکوز کر کے خطے کو آگاہی فراہم کرے۔

ڈان کی کانفرنس کا پیغام انتہائی واضح تھا، موسمیاتی بحران کے حوالے سے ہماری کوششوں کی کامیابی کا انحصار صرف انفرادی قومی اقدامات پر نہیں بلکہ ایک خطے کے طور پر مل کر کام کرنے، ایک دوسرے کے تجربات سے سبق حاصل کرنے اور موافقت پیدا کرنے کی مشترکہ کوششوں پر ہے۔ (بشکریہ روزنامہ ڈان)

جانیے کہ خاندانی منصوبہ بندی سے زندگیاں کیسے بچتی ہیں؟

وسطی جمہوریہ افریقہ میں یو این ایف پی اے کی مدد سے چلنے والے مرکز صحت میں ایک خاتون کو مانع حمل ٹیکہ لگایا جا رہا ہے

نائجیریا سے تعلق رکھنے والی سکینہ سانی کی شادی 12 برس کی عمر میں اس وقت ہوئی جب ان کا علاقہ مسلح تنازع اور غذائی قلت کا شکار تھا۔ وہ عمر کے 15 ویں سال میں حاملہ ہوگئیں لیکن ان کا حمل قائم نہ رہا جس کے بعد انہوں نے دو بچوں کو جنم دیا۔

انہوں نے جنسی و تولیدی صحت کے لیے اقوام متحدہ کے ادارے (یو این ایف پی اے) کو بتایا کہ وہ اپنی بیٹی کو ایسے حالات کا شکار نہیں ہونے دیں گی جن کا خود انہیں سامنا کرنا پڑا۔

نائجیریا، جمہوریہ کانگو (ڈی آر سی) اور یوکرین جیسے ممالک میں مسلح تنازعات کے باعث لاکھوں لوگوں کو نقل مکانی کرنا پڑتی ہے اور حمل یا زچگی کی پیچیدگیوں کے باعث روزانہ کی بنیاد پر خواتین کی ہلاکتیں ہوتی ہیں۔

ان حالات میں 'یو این ایف پی اے' بے گھر ہونے والے لوگوں کے لیے کیمپ قائم کرکے وہاں طبی عملے کو تعینات کرتا ہے۔

جب کہیں زلزلے سے تباہی آئے تو ادارہ ہنگامی امدادی قافلوں کے ساتھ مانع حمل اشیا، زچگی میں مدد دینے والا طبی سامان اور حاملہ خواتین کے لیے خون بہنے سے روکنے کی ادویات بھی بھیجتا ہے۔

جب دور دراز جزائر میں رہنے والے لوگ طوفانوں کی زد میں آئیں تو ادارہ جراثیموں سے پاک طبی ساز و سامان کی طرح مانع حمل اشیا بشمول کنڈوم، منہ اور انجکشن کے ذریعے لی جانے والی ادویات اور اس مقصد کے لیے استعمال ہونے والی دیگر چیزیں متاثرہ علاقوں میں روانہ کرتا ہے۔

یہ سب کچھ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مخصوص حالات میں تحفظ زندگی کے لیے مانع حمل اشیا کی دستیابی ضروری ہوتی ہے۔

ہوسکتا ہے یہ بات بعض لوگوں کے لیے ناقابل فہم ہو لیکن طبی سائنس، امداد فراہم کرنے والوں اور خود خواتین کے لیے یہ ایک جانی مانی حقیقت ہے۔

ہنگامی حالات کے علاوہ بھی جدید اور محفوظ مانع حمل اشیا تک رسائی خواتین کو اپنی تولیدی صحت کے حوالے سے خود فیصلے کرنے میں مدد دیتی ہے۔ اس طرح ان کے لیے ان چاہے حمل اور غیر محفوظ اسقاط حمل کا خطرہ کم ہو جاتا ہے، صحت مند رہنے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں اور زچہ بچہ کی اموات میں کمی آتی ہے۔

مختصر یہ کہ، خاندانی منصوبہ بندی لاکھوں زندگیاں بچاتی ہے اور اس کی کچھ وجوہات درج ذیل ہیں۔

ہنگامی حالات میں حمل اور زچگی کی اموات

اندازے کے مطابق زچگی کی پیچیدگیوں سے 60 فیصد اموات انسانی بحرانوں کے دوران اور نازک حالات میں ہوتی ہیں۔ ایسی جگہوں پر خواتین کو محفوظ زچگی کے لیے درکار طبی نگہداشت اور غذائیت تک رسائی میں مشکلات کا سامنا رہتا ہے۔

اچھے حالات میں بھی خواتین کی بڑی تعداد اپنے ساتھی کو جنسی عمل سے انکار نہیں کرسکتی۔ حالیہ اعداد و شمار کے مطابق بالغ خواتین کی ایک چوتھائی تعداد کو اپنی مرضی کے خلاف جنسی عمل میں شریک ہونا پڑتا ہے۔

انسانی بحرانوں کے دوران خواتین کے لیے صنفی بنیاد پر تشدد کا خطرہ دو گنا بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح جنسی زیادتی کو نسل کشی کے ذریعے اور جنگی ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے کے علاوہ ازدواجی ساتھی کی جانب سے مار پیٹ کے خطرات میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے اور یوں ان چاہے حمل کی شرح بڑھ جاتی ہے۔

مہلک طبی پیچیدگیوں کی روک تھام

اگرچہ بعض اوقات اور غلط طور پر مانع حمل اشیا کو نئی اور نقصان دہ چیز قرار دے کر اس پر تنقید کی جاتی ہے۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ ایسی چیزوں کا استعمال صدیوں سے جاری ہے۔ مثال کے طور پر آج سے کئی سو سال پہلے بھی کنڈوم استعمال ہوتے تھے۔

جدید طرز کی مانع حمل اشیا کی بات ہو تو ان کا شمار سب سے زیادہ تجویز کی جانے والی اور ایسی طبی اشیا میں ہوتا ہے جن پر اب تک سب سے زیادہ سائنسی تحقیق ہوئی ہے۔ محض ماہرین ادویات اور طبی محققین نے ہی ان پر کام نہیں کیا بلکہ طبی معاشی ماہرین، وباؤں کی روک تھام کے ماہر اور پالیسی ساز بھی مانع حمل پر مفصل تحقیق کرتے چلے آئے ہیں۔ ان سب لوگوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ یہ اشیا ان چاہے حمل کو روک کر خواتین کی زندگی بچاتی ہیں۔

مگر کیسے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر حمل کے ساتھ کئی طرح کے خدشات بھی وابستہ ہوتے ہیں اور بحرانی حالات میں جب نظام صحت کو نقصان پہنچے اور طبی نگہداشت کمیاب ہو تو خطرہ کہیں بڑھ جاتا ہے۔

زچگی اور ہنگامی امداد

سمندری طوفان کے بعد یا کسی جنگ زدہ علاقے میں جب کسی خاتون کے ہاں بچے کی پیدائش متوقع ہو تو کیا ہوتا ہے؟

بحران زدہ جمہوریہ کانگو میں طبی نظام کو نقصان پہنچنے سے زچگی میں اموات کی شرح بڑھ گئی ہے جہاں حمل یا زچگی کی پیچیدگیوں کے باعث ہر گھنٹے تین خواتین کی موت واقع ہو رہی ہے۔

شمال مغربی شام کے شہر ادلب میں کام کرنے والے ڈاکٹر اکرام حبوش کا کہنا ہے کہ اس علاقے میں جاری رہنے والی طویل کشیدگی کے دوران بہت سی حاملہ خواتین ضروری طبی مدد کی غیر موجودگی میں ہسپتال جاتے ہوئے دم توڑ گئیں۔

دنیا کی آبادی سے متعلق 'یو این ایف پی اے' کی سالانہ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ان چاہے حمل کا زچگی کی بلند شرح اموات سے براہ راست تعلق ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی اموات میں کمی لانے کے لیے تشکیل دیے گئے ہر طبی پروگرام میں مانع حمل اشیا کی دستیابی اور ان تک رسائی یقینی بنانے کو خاص اہمیت دی جاتی ہے۔

مانع حمل اشیا ان چاہے حمل کو روک کر زچگی کے دوران جسمانی زخموں اور بیماری سے بھی تحفظ فراہم کرتی ہیں جبکہ مردہ بچے پیدا ہونے اور پیدائش سے فوری بعد بچوں کی اموات کا خطرہ بھی کم ہو جاتا ہے۔

2023 میں 'یو این ایف پی اے' نے دنیا بھر میں 13 کروڑ 60 لاکھ ڈالر مالیت کی مانع حمل اشیا مہیا کیں جن سے اندازاً ایک کروڑ ان چاہے حمل اور زچگی کی دو لاکھ سے زیادہ اموات کو روکنے میں مدد ملی۔ علاوہ ازیں، ان کے ذریعے 30 لاکھ سے زیادہ غیر محفوظ اسقاط حمل کو روکنا بھی ممکن ہوا۔

سنگین اور کہنہ بیماریوں کی روک تھام

مردوں اور خواتین کے کنڈوم جیسی مانع حمل اشیا کی بدولت ایچ آئی وی سمیت جنسی بیماریوں (ایس ٹی آئی) کی منتقلی کے خطرات میں بھی کمی آتی ہے۔

جہاں طبی سہولیات تک رسائی محدود ہو وہاں قابل انسداد ایس ٹی آئی بھی زندگی کے لیے خطرہ بن سکتی ہیں۔ ہیٹی اس کی نمایاں مثال ہے جہاں بڑے پیمانے پر اور بے رحمانہ جنسی تشدد کے باعث خواتین اور لڑکیوں میں ایس ٹی آئی کا پھیلاؤ بڑھنے کے ساتھ ان چاہے حمل میں بھی اضافہ ہو گیا ہے جبکہ ملک کا طبی نظام تباہی سے دوچار ہے۔

(بشکریہ یو این خبر نامہ)

نوجوان کی جان لے لی

شہید بے نظیر آباد سفاک ملزمان نے فیصل آباد کے رہائشی نوجوان کی شہہ رگ کاٹ کر قتل کر دیا۔ قتل کا واقعہ پرانی دشمنی کا شاخسانہ بتایا جاتا ہے۔ 14 فروری 2025 کو نوابشاہ میں سفاک ملزمان نے تیز دھار سے آلے سے نوجوان کی شہ رگ کاٹ ڈا لی۔ مقتول کی شناخت راشد کھوکھر کے نام سے کی گئی ہے۔ مقتول کا تعلق فیصل آباد سے بتایا جارہا ہے۔ واقعہ گزشتہ رات پیش آیا جب مقتول راشد کھوکھر نواب شاہ کے نواحی علاقہ سٹھ میل پھاٹک کے قریب گاوں میں قیام کیلیے رشتہ داروں کے گھر پہنچا تھا۔ تھانہ بی سیکشن کی حدود میں واقعہ جائے وقوعہ پر نا معلوم سفاک ملزمان نے تیز دھار آلے سے نوجوان کی شہ رگ کاٹ دی جس سے نوجوان موقعہ پر جاں بحق ہوگیا۔ پولیس کے مطابق مقتول راشد کھوکھر فیصل آباد کا رہائشی ہے۔ قتل درینہ دشمنی کا شاخسانہ ہے۔ ضابط کی کاروائی کے لئے نعش اسپتال منتقل کردی گئی۔ پولیس کے مطابق پرانہ نواب شاہمیں نامعلوم 7 مسلح ملزمان نے تیز دھار آلے سے نوجوان کی شہہ رگ کاٹ دی اور چہرہ مسخ کرکے فرار ہوگیۓ۔ پولیس کے مطابق مقتول کی والدہ نے رابطے پر بتایا کہ پہلے مقتول کے والد نے خاندان کے ایک فرد کا قتل کیا تھا دشمنی میں میرے بیٹے کو قتل کیا گیا ہے پولیس سفاک قتل کی تحقیقات کر رہی ہے۔ تاہم، ملزمان فرار ہیں۔

(آصف البشر خان)

پیکا قانون کے خلاف بھوک ہڑتالی کیمپ

ٹنڈو محمد خان پیکا قانون کے خلاف پاکستان فیڈرل یونین اٗف جرنلسٹس کی ملک گیر احتجاجی تحریک کے دوسرے مرحلے میں تین روزہ بھوک ہڑتال کے سلسلے میں ٹنڈو محمد خان میں بھی صحافیوں نے پریس کلب کے صدر رمضان شورو، جنرل سیکریٹری مظفر رند، ٹنڈو محمد خان یونین اٗف جرنلسٹس یونٹ اپچ یوجیکے صدر غلام نبی کیریو، جنرل سیکریٹری غلام قادر شورو ذوالفقار چانڈیو کی قیادت میں پریس کلب میں بھوک ہڑتالی کیمپ قائم کیا گیا۔ کیمپ کے پہلے رور پیپلز پارٹی شہید بھٹو کی جانب سے اکبر جھیجو کی قیادت میں کارکنوں نے پیکا قانون کے خلاف صحافیوں سے یکجہتی طور پر علامتی بھوک ہڑتال کی۔ اس موقعہ پر صدر پریس کلب رمضان شورو نے کہا کہ پی ایف یو جے عوام کے حقوق کی جنگ لڑ رہی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ضیائی مارشلا میں بھی جمہوری تحریک اور اظہار راء کے حق کے لیئے جیل کی صعوبتیں برداشت کی اور کوڑے کھائے لیکن ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹے۔

(محمد رمضان شورو)

پیکا ترمیمی بل 2025 کے خلاف احتجاج

لاہور پیکا ترمیمی بل 2025 کے خلاف پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس کی کال پر ملک بھر کی طرح لاہور پریس کلب میں بھی بھوک ہڑتالی کیمپ لگایا گیا۔ پی یو جے کے زیراہتمام منعقدہ کیمپ میں لاہور پریس کلب، انسانی حقوق کمیشن آف پاکستان۔ پنجاب اسمبلی پریس گیلری، ایسوسی آف فوٹو جرنلسٹس لاہور سمیت وکلاء اور سول سوسائٹی کے نمائندے شریک ہوئے۔ اس موقع پر صحافیوں نے پیکا خلاف شدید نعرے بازی کی۔ احتجاجی کیمپ سے خطاب کرتے ہوئے پی ایف یو جے کے سیکرٹری جنزل اور صدر لاہور پریس کلب ارشد انصاری نے کہا کہ حکمران خود عوام سے جھوٹ بولتے ہیں۔ یہ خود جھوٹ کا کاروبار کرتے ہیں۔ صحافی جھوٹ کے خلاف اور عوام کی سچی اور توانا آواز ہیں جسے حکمران ریاستی طاقت کے زور پر بند کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے واضح کیا کہ اگر حکومت نے اس بل پر سٹیک ہولڈر سے مذاکرات نہ کیے اور اس بل کو ختم نہ کیا تو ملک بھر کے صحافی پارلیمنٹ ہاؤس کا گھیراؤ کریں گے۔ احتجاجی کیمپ سے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے وائس چیئرمین راجہ اشرف نے کہا کہ یہ عوام کے حق اظہار کا معاملہ ہے جس پر ایچ آر سی پی صحافیوں کے ساتھ کھڑا ہے۔ اس موقع پر پی یو جے کے صدر نعیم حنیف نے کہا کہ پیکا کے خلاف تمام صحافتی تنظیمیں متحد ہیں اور ہم آزادی اظہار کے قاتل اس قانون کا خاتمہ کر کے دم لیں گے۔ احتجاجی مظاہرے سے پی یو جے کے جنزل سیکرٹری قمرالزمان بھٹی، سیکرٹری لاہور پریس کلب زاہد عابد ندیم زعیم، شیر علی خالطی، پرویز الطاف، سید فاطر ولید سمیت دیگر نے خطاب کیا۔ اس۔ وقع پر کرائم رپورٹرز ایسوسی ایشن کے سیکرٹری مجاہد شیخ اور سپورٹس جرنلسٹس فیڈریشن کے صدر اقبال ہار پر سمیت صحافیوں کی بڑی تعداد موجود تھی۔

(قمرالزمان بھٹی، جنزل سیکرٹری، پی یو جے)

واپڈا کی مبینہ نجکاری کے خلاف احتجاج

ٹنڈو محمد خان واپڈا کی مبینہ نجکاری کے خلاف اور مطالبات کی منظوری کے لیے آل پاکستان ہائیڈرو الیکٹرک یونین ضلع ٹنڈو محمد خان کی جانب سے گرڈ اسٹیشن سے سجاول چوک تک احتجاجی ریلی نکالی گئی۔ اس موقع پر آل پاکستان ہائیڈرو الیکٹرک یونین کے رہنماؤں، ڈویژنل چیئرمین زاہد علی کھوسو، چیئرمین سب ڈویژن یونس نظامانی، چیئرمین رشید احمد، ڈویژنل سیکریٹری عبدالعزیز میمن، فیاض علی میمن سب ڈویزن سیکریٹری، سجاد علی سٹھیو اور دیگر نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں واپڈا کی نجکاری کر کے اس ادارے کو تباہ کرنے کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں، لیکن ہم ایسے فیصلوں کو مسترد کرتے ہیں۔ ہائیڈرو الیکٹرک ملازمین نہایت حساس ڈیوٹی انجام دیتے ہیں، لہٰذا انہیں حفاظتی کٹس فراہم کی جائیں۔ ٹنڈو محمد خان کے ریٹائرڈ ملازمین کے پنشن اکاؤنٹس ٹنڈو محمد خان میں ہی کھولے جائیں۔ موجودہ حکمران واپڈا کی نجکاری کے ذریعے بڑی تعداد میں ملازمین کو بیروزگار کریں گے، اگر حکومت نے یہ فیصلہ واپس نہ لیا تو ہم سخت احتجاج کا راستہ اختیار کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا مطالبہ ہے کہ واپڈا کو نجکاری کے بجائے مزید وسائل فراہم کیے جائیں تاکہ ادارہ مزید مضبوط ہو کر عوام کی خدمت کر سکے۔ ماضی میں بھی جب سرکاری اداروں کو نجی شعبے کے حوالے کیا گیا تو عوام کو فائدہ ہونے کے بجائے نقصان ہی ہوا۔ بجلی جیسے اہم وسیلے کو اگر نجی ہاتھوں میں دیا گیا تو عام آدمی کے لیے بلوں میں اضافے اور سروس کے معیار میں کمی کے خدشات بڑھ سکتے ہیں۔ حیسکو ضلع ٹنڈو محمد خان کے ورکرز مرکزی قیادت کے حکم پر عمل کرنے کے لیے پرعزم ہیں۔

(یعقوب لطیف سومرو)

دنیا بھر میں سزائے موت میں اضافہ پر انسانی حقوق کمشنر کو تشویش

اقوام متحدہ کی جاری کردہ تازہ ترین معلومات کے مطابق 2023 میں 16 ممالک نے 1,153 افراد کو سزائے موت دی۔ یہ تعداد 2022 کے مقابلے میں 31 فیصد زیادہ تھی۔ اقوام متحدہ کے ہائی کمشنر برائے انسانی حقوق وولکر ترک نے دنیا بھر میں سزائے موت کے واقعات میں اضافے کی مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ سزا انسانی وقار اور زندگی کے حق سے مطابقت نہیں رکھتی۔ ان کا کہنا ہے، اگرچہ بہت سے ممالک یہ استدلال کرتے ہیں کہ مجرموں کو موت کی سزا دینا ان کی قومی خودمختاری کا معاملہ ہے تاہم، 21 ویں صدی میں اس سزا کی کوئی گنجائش نہیں۔ ہائی کمشنر نے یہ بات اقوام متحدہ کی کونسل برائے انسانی حقوق کے اجلاس میں کہی جہاں آج سزائے موت کے تناظر میں انسانی حقوق کو فروغ دینے میں عدالتوں کے کردار پر گفت وشنید ہوئی۔ انہوں نے کونسل کو بتایا کہ گزشتہ دو سال کے دوران سزائے موت دیے جانے کے واقعات میں بڑے پیمانے پر اضافہ ہوا ہے۔ حالیہ عرصہ میں ایران، سعودی عرب، صومالیہ اور امریکہ میں سزائے موت پانے والوں کی تعداد دوسرے ممالک سے کہیں زیادہ رہی۔

سزائے موت کے بڑھتے واقعات

اقوام متحدہ کی جاری کردہ تازہ ترین معلومات کے مطابق 2023 میں 16 ممالک نے 1,153 افراد کو سزائے موت دی۔ یہ تعداد 2022 کے مقابلے میں 31 فیصد زیادہ تھی۔ اس سے قبل 2021 اور 2022 کے درمیان سزائے موت پانے والوں کی تعداد میں 53 فیصد اضافہ ہوا۔ تاہم، اس میں چین کے اعداد وشمار شامل نہیں ہیں جہاں سزائے موت سے متعلق جاری کردہ معلومات اور اعداد وشمار میں شفافیت کا فقدان ہے۔ انہوں نے چین کے حکام پر زور دیا کہ وہ مجرموں کو سزائے موت دیے جانے کی پالیسی میں تبدیلی لائیں اور بہت سے دیگر ممالک کی طرح اپنے ہاں اس سزا کے خاتمے کی جانب پیش رفت کریں۔

جنوبی دنیا میں مثبت پیش رفت

انسانی حقوق کے بین الاقوامی قانون کے تحت منشیات کی سمگلنگ اور خرید وفروخت کا شمار ایسے سنگین جرائم میں نہیں ہوتا کہ جن کے ارتکاب پر سزائے موت دی جائے۔ تاہم 2023 میں 40 فیصد لوگوں کو ایسے ہی جرائم پر سزائے موت دی گئی جو 2016 کے بعد سب سے بڑی تعداد تھی۔ ہائی کمشنر نے بتایا کہ گزشتہ دو سال کے دوران منشیات سے متعلق جرائم پر سزائے موت پانے والوں کی تعداد میں نمایاں اضافہ ہوا ہے اور ایسے تقریباً تمام واقعات اسلامی جمہوریہ ایران میں ہوئے۔ اگرچہ دنیا بھر میں سزائے موت کے واقعات میں اضافہ ہوا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ سزا ترک کرنے والے ممالک کی تعداد بھی بڑھ رہی ہے جبکہ ایسے بیشتر ممالک جنوبی دنیا کا حصہ ہیں۔ اس وقت 113 ممالک نے یہ سزا مکمل طور پر ختم کر دی ہے جن میں زمبابوے بھی شامل ہے جہاں صدر ایمرسن منگاگوا نے گزشتہ سال کے آخر میں اس حوالے سے ایک قانون کی منظوری دی تھی۔ افریقہ کے 26 دیگر ممالک نے بھی اپنے ہاں موت کی سزا کو ختم کر دیا ہے۔

عدالتی اصلاحات کی ضرورت

وولکر ترک نے کہا کہ اس سزا کو ختم کرنے کے لیے عدالتی اصلاحات لانا ہوں گی۔ اس کے ساتھ، سزائے موت کو کم شدت کی سزاؤں سے تبدیل کرنا بھی ضروری ہے۔ ملاوی اور ملائشیا نے ایسی اصلاحات پر کامیابی سے عملدرآمد کیا ہے جہاں اب سزائے موت پانے والوں کی تعداد بہت کم رہ گئی ہے۔ انہوں نے رکن ممالک پر زور دیا کہ وہ منصفانہ قانونی کارروائی یقینی بنانے اور ملزموں کو ناجائز سزاؤں سے بچانے کے لیے مزید اقدامات کریں۔ انہیں سزائے موت کے مکمل خاتمے اور اس پر عملدرآمد روکنے کے لیے کام کرنا ہوگا اور یہ بات یقینی بنانا ہوگی کہ انتہائی سنگین جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کے علاوہ کسی کو موت کی سزا نہ دی جائے۔

زمبابوے کی مثال

زمبابوے کی اٹارنی جنرل ورجینیا مابیزا نے کونسل سے خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ ان کے ملک میں 2005 کے بعد کسی کو موت کی سزا نہیں دی گئی اور بہت سے معمولی جرائم پر دی جانے والی انتہائی درجے کی سزاؤں کو کم کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے پالیسی سے متعلق فیصلوں اور سزائے موت کے خلاف عدالتی اصلاحات کو اس کا سبب بتاتے ہوئے کہا کہ ملکی سپریم کورٹ قرار دے چکی ہے کہ سزائے موت کسی فرد کے انسانی حق کی پامالی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اب ملک میں سنگین جرائم پر موت کی سزا کو عمر قید کی سزا میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔

(بشکریہ یو این خبرنامہ)

04 بھٹہ مزدور بازیاب

عمرکوٹ 23 فروری کو کنری تھانے کی پولیس نے سیشن کورٹ عمرکوٹ کے حکم پر کنری کے قریب کرشنا کالونی میں ناصر پٹھان کے اینٹوں کے بھٹہ پر چھاپہ مار کر جبری مشقت کے شکار 04 بھٹہ مزدور (عورت + بچے) ہر ایک بھیرو کولہی، ارجن، ونو اور دھیاں کولہی کو شنبھو کولہی کی درخواست پر بازیاب کرالیا۔ بھٹہ مزدوروں نے الزام لگاتے ہوئے کہا کہ بھٹہ مالک حساب کتاب بھی نہیں کرتا تھا۔ عدالت نے تمام بازیاب بھٹہ مزدوروں کو اپنی مرضی اور پسند کے مطابق آزاد زندگی گزارنے کی اجازت دے دی۔

(نامہ نگار)

عورتیں

امریکی امداد میں کٹوتیاں دنیا بھر میں خواتین ولڑکیوں کی صحت کے لیے خطرہ

جنسی وتولیدی صحت کے لیے اقوام متحدہ کے ادارے (یو این ایف پی اے) نے بتایا ہے کہ امریکہ کی جانب سے اس کے 377 ملین ڈالر کے امدادی وسائل روکے جانے سے دنیا بھر میں خواتین اور لڑکیوں پر تباہ کن اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔اس فیصلے سے بدترین انسانی بحرانوں سے متاثرہ خواتین اور لڑکیوں کے علاوہ انہیں خدمات فراہم کرنے والے طبی کارکنوں کی زندگی پر بھی منفی اثر پڑے گا۔یو ایس ایڈ کی جانب سے ادارے کو حاملہ خواتین کی طبی نگہداشت، غزہ، سوڈان اور یوکرین جیسے بحران زدہ علاقوں میں خواتین اور لڑکیوں کو تشدد سے تحفظ دینے، جنسی زیادتی کا شکار ہونے والی خواتین کے علاج معالجے سمیت دیگر سہولیات کی فراہمی کے لیے مالی مدد دی جاتی رہی ہے۔

امدادی پروگراموں کا نقصان

'یو این ایف پی اے' 150 سے زیادہ ممالک کے اشتراک سے وہاں کے لوگوں کو جنسی و تولیدی صحت کی خدمات مہیا کرتا ہے۔ادارے کا کہنا ہے کہ اسے امریکہ کی جانب سے 48 مختلف گرانٹ ملتی رہی ہیں اور حالیہ فیصلے کے تحت وہ امداد بھی بند کر دی گئی ہے جسے قبل ازیں ایسے اقدامات سے چھوٹ حاصل تھی۔امریکہ کی حکومت کے اس فیصلے سے جن ممالک میں ادارے کے امدادی پروگرام متاثر ہوں گے ان میں افغانستان، چاڈ، جمہوریہ کانگو (ڈی آر سی)، ہیٹی، مالی، سوڈان، شام اور اس کے ہمسایہ ممالک اور یوکرین بھی شامل ہیں۔

جبری اسقاط حمل کی حمایت کا الزام

'یو این ایف پی اے' کے لیے امدادی وسائل روکے جانے کے حالیہ اقدام سے قبل امریکہ نے جنوری کے اواخر میں دنیا بھر کے لیے امدادی وسائل کی فراہمی 90 یوم کے لیے معطل کر دی تھی جس کے باعث اقوام متحدہ سے مدد لینے والے اداروں کا کام متاثر ہوا ہے 'یو این ایف پی اے' کو امریکہ کی جانب سے مالی امداد کی فراہمی اس الزام کے تحت پہلے بھی کئی مرتبہ روکی جا چکی ہے کہ ادارہ جبری اسقاط حمل کی حمایت کرتا ہے۔ادارے کا کہنا ہے کہ وہ تمام لوگوں کے طبی حقوق یقینی بنانے کے لیے کام کرتا ہے اور اس کا تمام تر انحصار حکومتوں، بین الحکومتی اداروں، امدادی تنظیموں، نجی شعبے اور عام لوگوں کے فراہم کردہ عطیات پر ہوتا ہے۔

(بشکریہ یو این خبر نامہ)

خواتین کی سائنسی علوم میں شرکت عالمی مسائل کے حل میں ضروری

دنیا بھر میں 70 فیصد مردوں کی انٹرنیٹ تک رسائی ہے جبکہ خواتین میں یہ تناسب 65 فیصد ہے۔

11 فروری 2025 پائیدار ترقی کے اہداف

اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل انتونیو گوتیرش نے کہا ہے کہ جتنی زیادہ خواتین سائنس، ٹیکنالوجی، انجینئرنگ اور ریاضی جیسے شعبوں سے دور ہوں گی، عالمگیر مسائل پر قابو پانے کے لیے دنیا کی صلاحیت بھی اتنی ہی محدود ہوگی۔سائنس کے شعبے میں خواتین اور لڑکیوں کے بین الاقوامی دن پر اپنے پیغام میں انہوں نے کہا ہے کہ دنیا کو موسمیاتی تبدیلی سے لے کر غذائی تحفظ، صحت عامہ اور ٹیکنالوجی کے شعبے میں آنے والی غیر معمولی تبدیلیوں تک بہت سے مسائل کا سامنا ہے جن کا حل سائنسی میدان میں خواتین کی بھرپور شمولیت کا تقاضا کرتا ہے۔یہ دن ہر سال 11 فروری کو منایا جاتا ہے جس کا مقصد سائنس کے میدان میں خواتین اور لڑکیوں کی اہمیت اور ان کے کردار کے بارے میں آگاہی پھیلانا ہے۔سیکرٹری جنرل نے کہا کہ 10 سال قبل پہلی مرتبہ یہ دن مناتے ہوئے دراصل اس سچائی کو قبول کیا گیا تھا کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے ذریعے بہتر دنیا کی تعمیر میں خواتین کا کردار بہت اہم ہے۔

ٹیکنالوجی، تعصب اور عدم مساوات

انتونیو گوتیرش نے بتایا کہ جب وہ انجینئر کی حیثیت سے تعلیم دیتے تھے تو انہوں نے خواتین سائنس دانوں کی صلاحیت، تخلیقیت اور استقامت کا بذات خود مشاہدہ کیا۔تاہم، اب بھی سائنسی برادری میں خواتین کی تعداد صرف ایک تہائی ہے۔وہ خاطر خواہ مالی وسائل سے محروم ہیں، انہیں اشاعتی مواقع میسر نہیں اور یونیورسٹیوں میں اہم عہدوں پر ان کی نمائندگی بہت کم ہے۔انتونیو گوتیرش نے کہا کہ خواتین اور لڑکیوں کو سٹیم (سائنس، ٹیکنالوجی، انجینئرنگ اور ریاضی) میں کیریئر بنانے کے لیے بہت سی مشکلات سر کرنا پڑتی ہیں۔نئی ڈیجیٹل ٹیکنالوجی کی ترقی میں یہ صورتحال واضح طور پر دیکھی جا سکتی ہے۔مصنوعی ذہانت سمیت اس شعبے میں ہر سطح پر مردوں کا غلبہ ہے۔متعصّبانہ الگورتھم اور ٹیکنالوجی کے حوالے سے عدم مساوات کے باعث ڈیجیٹل دنیا میں خواتین کو مردوں کے ہاتھوں امتیازی سلوک کا خطرہ ہے۔

مساوی مواقع کی ضرورت

سیکرٹری جنرل نے کہا ہے کہ تمام لوگوں کو مساوی مواقع کی فراہمی کے لیے مزید کوششوں کی ضرورت ہے۔اس سلسلے میں تعلیمی وظائف کے مواقع بڑھانا ہوں گے، سٹیم میں خواتین اور لڑکیوں کے لیے انٹرن شپ کے دروازے کھولنا ہوں گے اور کام کی ایسی جگہیں تخلیق کرنا ہوں گی جن کی بدولت خواتین کو سائنس کی جانب راغب کیا جا سکے۔علاوہ ازیں، لڑکیوں کو آغاز ہی سے سٹیم کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے تیار کرنا ہوگا۔علاوہ ازیں، ذرائع ابلاغ کے ذریعے سائنس کے میدان میں خواتین رہنماؤں کی موجودگی کو بڑھانا اور دقیانوسی صنفی تصورات ختم کرنا بھی ضروری ہے۔گزشتہ سال طے پانے والے مستقبل کے معاہدے میں بھی سائنسی میدان میں خواتین کی مکمل اور مساوی شرکت یقینی بنانے پر زور دیا گیا ہے۔ (نامہ نگار)

بھائی نے بہن کو قتل کر دیا

نوشہرو فیروز نوشہرو فیروز کے نواحی گاؤں اللہ جڑیو راجپر میں مبینہ طور پر فائرنگ کے واقع میں شادی شدہ نوجوان لڑکی جاں بحق ہوگئی۔واقع کی اطلاع ملنے پر پولیس نے پہنچ کر لاش کو اسپتال پہنچایا جہاں مقتولہ کی شناخت 18 سالہ عرشیا زوجہ سہراب راجپر کے نام سے ہوئی ہے۔رابطہ کرنے پر ایس ایچ او بھریا روڈ عبداللطیف تہیم نے میڈیا کو بتایا کہ لڑکی کو مبینہ ان کے بھائی انیس احمد گھریلو تنازع پر قتل کر کے فرار ہو گیا ہے۔پولیس نے واقع کی تفتیش شروع کر دی ہے۔ملزم کو جلد گرفتار کر لیا جائے گا۔ضروری کارروائی کے بعد لاش ورثا کے حوالے کر دی گئی۔لاش گھر پہنچنے پر کہرام مچ گیا ہے۔دوسرے واقع میں قومی شاہراہ دومیل کے مقام پر تیز رفتار ٹرالر نے موٹر سائیکل سوار نوجوان کو کچل کر ہلاک کر دیا اور موقع سے فرار ہوگیا۔واقع کی اطلاع پر پولیس نے پہنچ کر لاش کو اسپتال پہنچایا جہاں پر متوفی کی شناخت سہو خان زرداری کے نام سے ہوئی ہے۔لاش ضروری کارروائی کے بعد ورثا کے حوالے کر دی گئی۔پولیس نے فرار ٹرالر ڈرائیور کی تلاش شروع کر دی ہے۔واقعہ 20 فروری کو پیش آیا تھا۔

(الطاف حسین قاسمی)

بچے

پاکستان میں بچوں کے خلاف تشدد

اسلام آباد ماہرین نے پاکستان میں بچوں کے خلاف تشدد اور گمشدگی کے تدارک کیلئے قانون نافذ کرنے والے اداروں کی استعداد کار میں اضافہ اور قانون سازی میں موجود سقم دور کرنے پر زور دیتے ہوئے قرار دیا ہے کہ بچوں کے اغوا اور بدسلوکی کے کیسز کی موثر رپورٹنگ اور تیز رفتار عدالتی کارروائی کی ضرورت ہے۔ مقررین نے یہ بات پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی (ایس ڈی پی آئی) اور روشنی ہیلپ لائن کے اشتراک سے ’’پاکستان میں لاپتہ بچوں اور بچوں پر تشدد کے کیسز سے نمٹنے میں قانون سازی کی خامیاں‘‘ کے موضوع پر منعقدہ ایک سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہیں۔ مقررین نے قانونی رکاوٹوں، تفتیشی عمل کی سست روی اور بچوں کے تحفظ کے لئے فوری اصلاحات کی ضرورت پر زور دیا۔ ایس ڈی پی آئی کے ڈپٹی ایگزیکٹو ڈائریکٹر ڈاکٹر شفقت منیر نے کہا کہ ملک میں لاپتا بچوں کے واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے مگر تفتیشی عمل سست اور غیر موثر ہے۔ انہوں نے پولیس کے تربیتی معیار میں بہتری لانے اور جدید تکنیکی وسائل سے استفادہ کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ روشنی ہیلپ لائن کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر محمد علی نے بتایا کہ ان کی تنظیم 1999 میں قائم کی گئی تھی اور اب تک 11,800 سے زیادہ لاپتہ بچوں کو ان کے اہل خانہ سے دوبارہ ملانے میں مدد فراہم کر چکی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ادارے کا 9000 رضا کاروں پر مشتمل نیٹ ورک سوشل میڈیا کے ذریعے بچوں کی گمشدگی کے خلاف اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ روشنی ہیلپ لائن کے ٹریننگ منیجر علی شان نے بتایا کہ شہری علاقوں میں 11 سے 15 سال کی عمر کے بچے زیادہ متاثر ہو رہے ہیں جبکہ پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ 364-A صرف 14 سال سے کم عمر بچوں کے اغوا تک محدود ہے، جو غیر موثر ہے۔ پاکستان پیپلز پارٹی کی رکن قومی اسمبلی اور انسانی حقوق کمیٹی کی رکن سحر کامران نے کہا کہ بچوں پر تشدد کے قوانین عموماً ردعمل کی بنیاد پر بنائے جاتے ہیں لیکن ان کے نفاذ میں سنجیدگی کا فقدان ہے۔ سابق انسپکٹر جنرل پولیس سید کلیم امام نے کہا کہ پاکستان کا فوجداری نظام نوآبادیاتی دور کا ورثہ ہے اور پولیس کو وسائل کی کمی جیسے سنگین مسائل درپیش ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پولیس اہلکاروں کو بچوں پر تشدد اور گمشدگی کے معاملات پر خصوصی تربیت دینے کی اشد ضرورت ہے۔ سید کلیم امام نے بچوں کے تحفظ کے لئے جامع اصلاحات، سخت سزاوں، پولیس کی استعداد کار میں اضافے اور ایک موثر حکمت عملی اپنانے پر زور دیا۔

(بشکریہ اردو پوائنٹ)

2024 میں شدید موسمیاتی واقعات سے 24 کروڑ 20 لاکھ بچوں کی تعلیم کا حرج ہوا، یونیسیف

..... اقوام متحدہ کے ادارہ برائے اطفال (یونیسیف) کے ایک تجزیے کے مطابق گزشتہ برس موسمیاتی واقعات بشمول ہیٹ ویو، سمندری طوفان، آندھیوں، سیلاب اور خشک سالی کی وجہ سے 85 ممالک میں 24 کروڑ 20 لاکھ سے زائد طلبہ کی تعلیم شدید متاثر ہوئی۔

ڈان اخبار میں شائع رپورٹ کے مطابق اس رپورٹ میں پہلی بار کہا گیا ہے کہ تعلیم کے عالمی دن کے موقع پر 2024 میں جاری ہونے والی ’لرننگ انٹرپٹڈ: گلوبل اسنیپ شاٹ آف کلائمیٹ ریلیٹڈ اسکول ڈسرپشنز‘ میں آب و ہوا کے خطرات کا جائزہ لیا گیا ہے جس کے نتیجے میں یا تو اسکول بند ہوئے یا اسکولوں کے ٹائم ٹیبل میں نمایاں خلل پڑا اور اس کے نتیجے میں پری پرائمری سے اپر سیکنڈری سطح تک کے بچوں پر پڑنے والے اثرات کا جائزہ لیا گیا۔ تجزیے کے مطابق جنوبی ایشیا سب سے زیادہ متاثر ہونے والا خطہ تھا جہاں گزشتہ سال 12 کروڑ 80 طلبہ کو موسمیاتی مسائل کے باعث تعلیم میں خلل کا سامنا کرنا پڑا جبکہ مشرقی ایشیا اور بحرالکاہل میں 5 کروڑ طلبہ کی تعلیم متاثر ہوئی۔ ال نینو کے افریقہ پر تباہ کن اثرات مرتب ہو رہے ہیں، مشرقی افریقہ کو مسلسل

شدید بارشوں اور سیلاب کا سامنا ہے جبکہ جنوبی افریقہ کے کچھ حصے شدید خشک سالی کا شکار ہیں۔ بڑھتے ہوئے درجہ حرارت، طوفان، سیلاب اور دیگر آب و ہوا کے خطرات اسکول کے بنیادی ڈھانچے اور رسد کو نقصان پہنچا سکتے ہیں، اسکول جانے کے راستوں کو متاثر کر سکتے ہیں، سیکھنے کے غیر محفوظ حالات کا باعث بن سکتے ہیں اور طلبہ کی توجہ، یادداشت اور ذہنی اور جسمانی صحت کو متاثر کر سکتے ہیں۔ اسکولوں کی طویل بندش سے طلبہ کے کلاس روم میں واپس آنے کا امکان کم ہو جاتا ہے اور ان کے لیے کم عمری کی شادی اور چائلڈ لیبر کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔

شواہد سے پتا چلتا ہے کہ لڑکیاں اکثر غیر متناسب طور پر متاثر ہوتی ہیں، جنہیں آفات کے دوران اور بعد میں اسکول چھوڑنے اور صنفی بنیاد پر تشدد کے بڑھتے ہوئے خطرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ عالمی سطح پر نظام تعلیم پہلے ہی لاکھوں بچوں کی ضروریات کو پورا نہیں کر پا رہا تھا، تربیت یافتہ اساتذہ کی کمی، کم گنجائش کے حامل کلاس رومز، تعلیم کے معیار اور اس تک رسائی میں مشکلات طویل عرصے سے سیکھنے کے عمل کو متاثر کر رہے ہیں جبکہ جو آب و ہوا کے خطرات نے مشکلات میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔ تجزیے سے پتا چلتا ہے کہ پچھلے سال تقریباً 74 فیصد متاثرہ طلبہ لوئر اور لوئر مڈل انکم والے ممالک سے تعلق رکھتے تھے تاہم کوئی بھی خطہ محفوظ نہیں تھا۔ ستمبر میں اٹلی میں موسلا دھار بارشوں اور سیلاب نے تباہی مچائی تھی جس کے نتیجے میں 9 لاکھ سے زائد طلبہ کی تعلیم متاثر ہوئی تھی، جبکہ اسپین میں اکتوبر میں 13 ہزار بچوں کی کلاسز معطل ہو گئی تھیں۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اسکولوں اور تعلیمی نظاموں میں طلبہ کو ان اثرات سے بچانے کے لیے بڑی حد تک سہولیات موجود نہیں ہیں، کیونکہ تعلیم میں آب و ہوا پر مبنی مالی سرمایہ کاری حیرت انگیز طور پر کم ہے اور آب و ہوا کے خطرات کی وجہ سے اسکولوں میں خلل کے بارے میں عالمی اعداد و شمار محدود ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ ڈان)

بچے کے قتل کو خودکشی کا رنگ دینے کی کوشش

اوکاڑہ اطلاعات کے مطابق دیپال پور کے علاقہ قائداعظم چوک کے رہائشی اقراء اور عثمان کے آپس میں ناجائز جنسی مراسم تھے۔ گیارہ سالہ حبیب قمر اپنے گھر میں اکیلا تھا اس نے دونوں کو مبینہ طور پر برہنہ حالت میں دیکھ لیا۔ حبیب قمر نے اپنے والد کو شکایت لگانے کا کہا جس کے ڈر سے دونوں نے حسین قمر کا گلہ دبا کر قتل کرنے کے بعد گلے میں پھندہ ڈال کر ونڈو کیساتھ لٹکا دیا۔ دونوں ملزمان کی جانب سے حبیب قمر کے قتل کو خودکشی کا نام دینے کی کوشش کی گئی۔ ملزمان نے دوران تفتیش اعتراف جرم کر لیا ہے۔ سٹی پولیس دیپال پور نے مقدمہ درج کر کے ملزمان کی گرفتاری ڈال کر مزید تفتیش شروع کر دی ہے۔ واقعہ 15 فروری کو پیش آیا تھا۔

(اصغر حسین حماد)

صحت

لیڈی ڈاکٹر کی کئی اسامیاں خالی

نوشکی ضلع نوشکی کے سب سے بڑے مرکز صحت میر گل خان نصیر ٹیچنگ ہسپتال سمیت پورے ڈسٹرکٹ میں گزشتہ ایک سال سے گائنالوجسٹ سمیت لیڈی ڈاکٹروں کی تمام آسامیاں خالی ہیں۔ دیہی مراکز صحت میں تو برسوں سے لیڈی ڈاکٹروں کی آسامیاں خالی چلی آرہی ہیں۔ ڈسٹرکٹ نوشکی کے لاکھوں خواتین کے علاج معالجے کا واحد مرکز ٹیچنگ ہسپتال نوشکی ہے۔ گزشتہ ایک سال سے ٹیچنگ ہسپتال میں بھی کوئی لیڈی ڈاکٹر نہیں ہے جس کی وجہ سے نوشکی ڈسٹرکٹ کے خواتین کو علاج معالج اور بالخصوص غریب خواتین کو ڈیلوری کیسز کے دوران انتہائی مشکلات مالی مصائب اور وقت کے ضیاع کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ملازمت کرنے والی خواتین ملازمین کو ڈیلوری کیسز کے لیے بیڈ ریسٹ سرٹیفکیٹ کے حصول کے لیے بھی مشکلات پیش آتی ہیں۔ نوشکی ڈسٹرکٹ بلوچستان کے صوبائی دارالحکومت کوئٹہ سے قریبی اضلاع میں شمار ہوتا ہے۔ وقت کے ضیاع کی صورت میں زچگی کے دوران بروقت مراکز صحت تک رسائی میں تاخیر کے سبب اموات واقع ہوتی ہے۔ 21ویں صدی میں بھی قدرتی وسائل سے مالا مال خطہ کے باشندے صحت کے بنیادی سہولیات سے محروم ہیں۔ اس طرح کی غفلت اور کوتاہی انسانی حقوق کے خلاف ورزی کے زمرے میں آتی ہیں۔ انسانی حقوق کی تنظیمیں اس قسم کے کوتاہیوں اور غفلت کا نوٹس لیں۔

(محمد سعید)

پولیو ورکر پر حملہ کا مقدمہ درج

شہید بینظیر آباد نواب شاہ کے تھانہ بی سیکشن پولیس کی حدود میں پولیو ورکر کو تھپڑ رسید کرنے والے ملزم رجب پر مقدمہ درج کرلیا گیا۔ پولیو ورکر کا کیپوتہ کالونی کے علاقے میں پولیو مہم کے سلسلے میں کام کر رہی تھی کہ دوپہر بارہ بجے مبینہ طور پر ملزم رجب لاکھو نے پولیو ورکر پروین کو تھپڑ رسید کیا اور ٹیم ارکان کو دھکے دیے اور سنگین دھمکیاں دیں، جس پر پولیو ٹیم نے واقعہ کی اطلاع بالا حکام کو دی جس پر پولیس نے جائے وقوعہ پر پہنچ کر صورتحال معلوم کیں اور متاثرہ پولیو ورکر پروین کی شکایت پر ملزم رجب کے خلاف تشدد، سنگین نوعیت کی دھمکیوں اور کار سرکار میں مداخلت کی دفعات شامل کرکے ایف آئی آر کا درج کرلی اور ملزم کی تلاش میں چھاپے مارے۔ تاہم ملزم فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ (آصف البشر خان)

چھاتی کے سرطان میں 2050 تک 38 فیصد اضافے کا امکان، ڈبلیو ایچ او

گھانا 2050 تک دنیا میں چھاتی کے سرطان سے متاثرہ خواتین کی تعداد میں 38 فیصد اضافہ ہونے کا خدشہ ہے جبکہ اس مرض سے ہر سال ہونے والی اموات 68 فیصد تک بڑھ سکتی ہیں۔ عالمی ادارہ صحت (ڈبلیو ایچ او) میں سرطان پر تحقیق کرنے والے بین الاقوامی ادارے (آئی اے آر سی) کی شائع کردہ نئی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اس بیماری کے پھیلاؤ میں اضافے کے حالیہ رجحانات برقرار رہے تو رواں صدی کے وسط تک ہر سال 32 لاکھ خواتین اس بیماری کا نشانہ بنتی رہیں گی۔ اس کا نتیجہ سرطان سے ہونے والی اموات میں اضافے کی صورت میں نکلے گا جو سالانہ 11 لاکھ تک جا پہنچیں گی۔ 'آئی اے آر سی' کی سائنس دان اور رپورٹ کی شریک مصنف ڈاکٹر جوآنے کم نے کہا ہے کہ کم اور متوسط آمدنی والے ممالک میں بیماری کے پھیلاؤ اور اس سے اموات کی شرح کہیں زیادہ ہوسکتی ہے کیونکہ وہاں اس کی بروقت تشخیص، علاج اور نگہداشت تک رسائی محدود ہوتی ہے۔ دنیا بھر میں ہر ایک منٹ کے بعد چار خواتین میں چھاتی کے سرطان کی تشخیص ہوتی ہے اور ایک خاتون اس مرض سے انتقال کر جاتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ تمام ممالک چھاتی کے سرطان کی روک تھام سے متعلق بنیادی نوعیت کی پالیسیاں اختیار کر کے اس مرض کے پھیلاؤ میں کمی لا سکتے ہیں۔ اس ضمن میں غیر متعدی بیماریوں کی روک تھام کے لیے 'ڈبلیو ایچ او' کے تجویز کردہ اقدامات پر عملدرآمد اور بروقت تشخیص و علاج پر سرمایہ کاری خاص طور سے اہم ہیں۔

بڑھتا ہوا طبی مسئلہ

سرطان کا شکار ہونے والی خواتین کی غالب تعداد چھاتی کے سرطان کا نشانہ بنتی ہے اور یہ دنیا میں سرطان کی دوسری سب سے عام قسم بھی ہے۔ 2022 میں 23 لاکھ خواتین میں اس بیماری کی تشخیص ہوئی اور 670,000 اموات ریکارڈ کی گئیں۔ تاہم اس مرض کی شدت اور اموات کی تعداد ہر خطے میں ایک سی نہیں ہے۔ رپورٹ کے مطابق، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، شمالی امریکہ اور شمالی یورپ میں اس بیماری کا پھیلاؤ سب سے زیادہ جبکہ جنوب وسطی ایشیا اور افریقہ کے بعض حصوں میں سب سے کم ہے۔ میلانیشیا، پولینیشیا اور مغربی افریقہ میں اس مرض سے اموات کی شرح سب سے زیادہ ہے جہاں طبی سہولیات تک رسائی دیگر خطوں کے مقابلے میں خاصی محدود ہے۔ یہ بھی سامنے آیا ہے کہ معاشی اعتبار سے ترقی یافتہ خطوں میں چھاتی کے سرطان سے جانبر ہونے والی خواتین کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ ایسے ممالک میں 83 فیصد خواتین اس بیماری کو شکست دینے میں کامیاب رہتی ہیں جبکہ کم آمدنی والے ممالک میں چھاتی کے سرطان میں مبتلا نصف سے زیادہ خواتین کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

تشخیص و علاج تک بہتر رسائی

عالمی ادارہ صحت (ڈبلیو ایچ او) نے چھاتی کے سرطان سے آگاہی کے لیے 2021 میں ایک خصوصی اقدام شروع کیا تھا جس کا مقصد اس بیماری سے ہونے والی اموات کی شرح میں ہر سال 2.5 فیصد تک کمی لانا تھا۔ اس طرح 2040 تک 25 لاکھ زندگیاں بچائی جا سکتی ہیں۔ اس اقدام کے تحت بیماری کی بروقت نشاندہی، تشخیص اور معیاری علاج تک رسائی پر توجہ مرکوز کی گئی۔ 'آئی اے آر سی' میں سرطان کی نگرانی کے شعبے کی نائب سربراہ ڈاکٹر ازابیلا سوئر جوماترم کا کہنا ہے کہ کم آمدنی والے خطوں میں اس بیماری کی روک تھام کے لیے بہتر پالیسیوں کی تیاری ضروری ہے جو اس بارے میں تفصیلی و معیاری معلومات کا تقاضا کرتی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ چھاتی کے سرطان کی بروقت تشخیص اور علاج تک بہتر رسائی کی بدولت دنیا بھر میں اس بیماری کے پھیلاؤ کو روکا جا سکتا اور اموات میں کمی لائی جا سکتی ہے۔

مربوط اقدامات کی ضرورت

رپورٹ میں مضبوط طبی نظام کی اہمیت، چھاتی کے سرطان کی جانچ اور علاج کے لیے مالی وسائل کی فراہمی بڑھانے اور اس مرض کی روک تھام کے لیے کم خرچ پالیسیاں اختیار کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ مستقبل قریب میں چھاتی کے سرطان کے پھیلاؤ میں اضافہ عالمی برادری کے لیے ہنگامی توجہ کا متقاضی مسئلہ ہے۔ اس پر قابو پانے کے لیے مربوط اقدامات کی ضرورت ہے تاکہ ہر سال لاکھوں زندگیوں کو اس قابل انسداد و قابل علاج مرض سے تحفظ دیا جا سکے۔

(بشکریہ یو این خبرنامہ)

تعلیم

پشاور کے مضافاتی اسکولوں میں تدریسی عملہ: حکومت کی ذمہ داری کیا؟

پشاور پشاور کے ایک سینئر صحافی نے سوشل میڈیا پلیٹ فارم ایکس پر انکشاف کیا ہے کہ صوبائی دارالحکومت اور سب سے بڑے ضلع پشاور کے چھ سرکاری اسکولوں میں صرف ایک استانی تعینات ہے، جبکہ ان اسکولوں میں طالبات کی مجموعی تعداد 600 سے زیادہ ہے۔ اگرچہ خیبر پختونخوا میں گزشتہ 11 سالوں سے پاکستان تحریک انصاف کی حکومت رہی ہے، اور وہ مسلسل دعویٰ کرتی آئی ہے کہ تعلیم، خصوصاً لڑکیوں کی تعلیم، اس کی اولین ترجیح ہے، لیکن ان اسکولوں کی حالت زار اس دعوے کے برعکس تصویر پیش کرتی ہے۔ پی ٹی آئی حکومت کا ہمیشہ یہ بھی موقف رہا ہے کہ اس نے لڑکیوں کی تعلیم کو فوقیت دی ہے اور اس پر بھاری سرمایہ کاری کی ہے، اسی سلسلے میں حالیہ انٹرویو میں صوبائی وزیر تعلیم فیصل ترکئی کا کہنا تھا کہ حکومت خیبر پختونخوا معیاری تعلیم کی فراہمی کے لیے پرعزم ہے اور اس سلسلے میں گرلز سکولوں میں سہولیات کی فراہمی کے لیے عملی اقدامات جاری ہیں۔ انہوں نے مزید یہ بھی کہا کہ صوبے میں گرلز ایجوکیشن پر خصوصی توجہ دی جا رہی ہے اور اس سلسلے میں نئے بننے والے سکولوں میں 70 فی صد خواتین کے لیے مختص ہیں۔ ان سب وعدوں کے باوجود تعلیمی سہولیات کے ساتھ ساتھ صوبہ میں عملی طور پر اب بھی کی اسکولوں میں بنیادی تدریسی سہولیات میسر نہیں ہیں۔

(بشکریہ ناردرن پوسٹ)

تعلیم کی بگڑتی صورت حال

نوشکی تعلیم کے بغیر ترقی اور خوشحالی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا علم کی روشنی میں تاریکی سے روشنی کا سفر طے کر کے روشن خوشحال مستقبل اور جدید دور کے چیلنجوں کا مقابلہ کرتے ہوئے ترقی یافتہ ممالک کی صف میں شامل ہو سکتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے پاکستان اور بالخصوص بلوچستان میں تعلیمی صورتحال حال انتہائی زبوں حالی سے دوچار ہیں۔ دیہی علاقوں میں تعلیمی صورتحال انتہائی گھمبیر صورت حال اختیار کر چکی ہے۔ بلوچستان بورڈ نے حال ہی میں شروع ہونے والے میٹرک کے امتحانات میں امتحانی مراکز میں بلوچستان کے تمام بیوروکریسی کو نقل کے روک تھام کے لیے جو ٹاسک دیا ہے وہ یقیناً نقل کے تدارک کے لیے بہتر ہو سکتا ہے۔ کاش اگر اسی طرح حکومت بلوچستان تعلیمی اداروں کی زبوں حالی، بنیادی سہولیات کی عدم فراہمی، بلوچستان کے ہائی سکولز میں 80 فی صد سے زائد ایس ایس ٹیز کی خالی آسامیوں پر تقرریاں، اساتذہ کی غیر حاضریوں اور دیگر مسائل حل کرانے کے لیے تعلیمی اداروں کا جائزہ لینے دوسری جانب اساتذہ کی تقرریاں میرٹ کی بنیاد پر عمل میں لانے کے لیے تمام سیاسی اثر رسوخ من پسند اور سفارش اور پیسہ کلچر کا مکمل طور پر خاتمہ کرتے ہوئے میرٹ کی بنیاد پر اساتذہ کی تقرریاں عمل میں لانے کے لیے اقدامات کرتے تو بلوچستان میں تعلیمی صورتحال مختلف ہوتی۔ تعلیمی نظام میں بہتری کے لیے اصلاحات کی ضرورت ہے پورے ملک میں یکساں نظام تعلیم رائج کرنے کے لیے اقدامات کیے جائیں۔ بلوچستان میں ہزاروں کی تعداد میں سنگل ٹیچر اسکولوں میں کس طرح نظام تعلیم بہتر ہو سکتا ہے۔ صوبائی وزیر تعلیم سکریٹری تعلیم اور دیگر محکمہ تعلیم کے افسران نے تعلیمی اداروں میں اساتذہ کی کمی بنیادی سہولیات کی عدم فراہمی کے لیے کبھی بھی تعلیمی اداروں کے وزٹ کرنے کی زحمت بھی گوارہ نہیں کی۔ اس مقصد کے حصول کے لیے اساتذہ اکرام والدین سیاسی جماعتوں اور کمیونٹی کے ہر فرد کو اپنا کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ پرائیویٹ تعلیمی اداروں کے فروغ سے تعلیم منافع بخش کاروبار کی شکل اختیار کر چکا ہے جس کی وجہ سے غریب طلباء اور طالبات معیاری تعلیم حاصل نہیں کر سکتے۔ تمام سرکاری افسران کے بچوں کو پرائیویٹ تعلیمی اداروں میں داخلہ پر پابندی عائد کی جائے جبکہ سرکاری تعلیمی اداروں کے اساتذہ اکرام معقول تنخواہیں لیتے ہیں لیکن اس کے برعکس اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں خاطر خواہ دلچسپی نہیں لیتے ہیں۔ تعلیمی اداروں کے عمارات کو موجودہ دور کے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی ضرورت ہے۔ تعلیمی اداروں میں سپورٹس اور دیگر بنیادی سہولیات کی فراہمی اور نصاب تعلیم کو موجودہ دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے اقدامات کی ضرورت ہے۔ اساتذہ اکرام کو بہتر سہولیات کی فراہمی اور تعلیمی اداروں میں طلباء اور طالبات کو بہتر سہولیات کی فراہمی پر توجہ دینے کیلئے اقدامات کی ضرورت ہے امتحانات کے دوران امتحانی مراکز میں بیوروکریسی کے وزٹ سے تعلیمی معیار کسی طرح بھی بہتر نہیں ہو سکتا۔ بیوروکریسی کو امتحانات کے دوران امتحانی مراکز میں ڈیوٹیوں پر تعینات کرنے سے جہاں عوام کو اپنے دفتری امور کے سلسلے میں مشکلات اور وقت کے ضیاع سے دوچار ہونا پڑتا ہے وہاں لاکھوں روپے ٹی اے اور ڈی اے کی مد میں حکومت کو ادائیگی کرنی پڑتی ہے بیوروکریسی کو امتحانات میں نگرانی پر لگانا اساتذہ اکرام کے توہین کے مترادف ہے۔ بلوچستان میں اساتذہ اکرام کے خالی آسامیوں پر میرٹ کی بنیاد پر تقرریاں عمل میں لاتے ہوئے تعلیم گرانٹ میں اضافہ اور امتحانات کے طریقہ کار میں اصلاحات کی ضرورت ہے۔

(محمد سعید بلوچ)

اقلیتیں

مندر سے چندہ چوری کرنے کی کوشش

نوشکی 14 فروری کو چار نوجوانوں نے مندر میں چندہ بکس سے پیسے نکالنے کے لئے بکس کو توڑنے کی کوشش کی۔ اسی اثنا میں ایک شخص نے شور مچایا اور وہ بھاگ گئے اور ایک شخص جس کی شناخت عمران کے نام سے ہوئی ہے کو پکڑ کر پولیس کو اطلاع دی۔ پولیس اہلکار موقع پر پہنچ کر ملزم کو حراست میں لے لیا اور ملزم سے پسٹل بھی برامد ہوئی جبکہ تین ملزمان موقع سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔

(محمد سعید)

ہندو مذہب کے ماننے والے بہت سے لوگ بھارت میں پناہ لینے پر مجبور

لاہور ہندو مذہب کے ماننے والے بہت سے لوگ پاکستان چھوڑ کر دیگر ممالک بالخصوص بھارت میں پناہ لے رہے ہیں۔ واہگہ بارڈر پر روزانہ بہت بڑی تعداد پاکستان سے ہندوستان منتقل ہو رہی ہے۔ جن میں بچے، بوڑھے، نوجوان مرد اور عورتیں شامل ہیں جو صبح سورج نکلنے سے پہلے اتنی سردی میں سڑک پر قطار لگائے بارڈر کا گیٹ کھلنے کا انتظار کرتے ہیں۔ پاکستان چھوڑ کر جانے والے افراد کی درست تعداد کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ ہمارے حکمرانوں کو اس معاملے پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔

(ایم الیاس)

قانون نافذ کرنے والے ادارے

فائرنگ سے پولیس اہلکار جاں بحق

خیبر تفصیلات کے مطابق تحصیل باڑہ کے مضافاتی علاقہ برقمبر خیل سپین ڈھنڈ میں پولیس اہلکار ملک نثار خان ولد سابق خاصہ دار صوبیدار مرحوم فولاد خان سپین ڈھنڈ بازار میں سودا سلف میں مصروف تھے کہ اسی اثناء نامعلوم مسلح افراد نے ان پر اندھا دھند فائر کھول دیا جس سے وہ شدید زخمی ہو گئے۔ موقع پر موجود افراد نے فوری طبعی امداد کیلئے ہسپتال منتقل کر دیا مگر زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جاں بحق ہو گئے۔ واضح رہے کہ رواں ہفتے میں یہ دوسرا واقعہ ہے جس میں پولیس اہلکار کو ٹارگٹ کیا گیا ہے۔ واقعہ 16 فروری کو پیش آیا۔

(مسعود شاہ)

بلوچ نسل کشی اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے

شال بلوچ نسل کشی اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے، پہلے نوجوانوں کو جبری طور پر لاپتا کیا جاتا تھا، اب انہیں براہ راست نشانہ بنا کر قتل کیا جا رہا ہے۔ بلوچ یکجہتی کمیٹی کے سربراہ ڈاکٹر ماہ رنگ بلوچ نے کہا ہے کہ بلوچ نوجوانوں کے ماورائے عدالت قتل کے واقعات میں خطرناک حد تک اضافہ ہو رہا ہے۔ صرف مکران میں، گزشتہ دو ماہ کے دوران متعدد نوجوانوں کو ٹارگٹ کلنگ کے ذریعے قتل کیا گیا ہے۔ آج ڈیتھ اسکواڈ نے تمپ گومازی میں ٹارگٹ کلنگ کے ذریعے بلوچی زبان کے نوجوان شاعر، کریم بلوچ کو شہید کر دیا، جبکہ تین روز قبل اسی علاقے میں کمسن معراج بلوچ کو بھی ریاستی ڈیتھ اسکواڈ کے اہلکاروں نے شہید کر دیا تھا۔ بلوچ نسل کشی اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے، اور اس کی یہ نئی شکل انتہائی خطرناک ہے۔ پہلے نوجوانوں کو جبری طور پر لاپتا کیا جاتا تھا، لیکن اب انہیں براہ راست نشانہ بنا کر قتل کیا جا رہا ہے۔ ہمیں بحیثیت قوم یکجہتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بلوچ نسل کشی کی اس خطرناک پالیسی کا بھرپور مقابلہ کرنا ہوگا، کیونکہ ریاست نے بلوچ سرزمین پر بلوچوں کو منظم طریقے سے قتل کرنے کا حتمی منصوبہ بنا لیا ہے۔

(بشکریہ رسا نکدر)

سیاحتی مقامات کھلے ہیں

خیبر خیبر کے تمام سیاحتی مقامات کھلے ہیں، کہیں پر کوئی پابندی نہیں، لہذا سیاحوں سے بھی درخواست ہے کہ وہ اخلاقی اور قانونی دائرے کے اندر رہتے ہوئے ماحول انجوائے کرے۔ آپ کو سب کو خیبر آنے پر خوش آمدید کہتے ہیں۔

(منظور آفریدی)

پاکستانی فورسز کے ہاتھوں چار نوجوان جبری لاپتہ

تربت گزشتہ رات پاکستانی فورسز نے ضلع کیچ کے علاقے تربت بہمن پر چھاپہ مار کر ایک ہی خاندان کے چار نوجوانوں روشن، راحیل، نعیم اور آدم کو حراست میں لے کر اپنے ساتھ لے گئے۔ اہل خانہ نے ان کی جبری گمشدگی کی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ پاکستانی فورسز، ایف سی کی بھاری نفری نے گزشتہ رات ان کے گھر کا گھیراؤ کر کے چادر و چار دیواری کا پامال کیا جبکہ چاروں نوجوانوں کو حراست میں لے کر اپنے ساتھ لے گئے جس کے بعد وہ تاحال لاپتہ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں ان کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں دی جا رہی ہے۔

(نامہ نگار)

پولیس کی حراست میں ہلاکت

نواب شاہ 09 فروری 2025 کو سکرنڈ کے قریب ایکسائز وردی میں گھی سے لدی گاڑی لوٹنے کے الزام میں گرفتار ملزم نواز زرداری لاک اب میں مبینہ طور حرکت قلب بند ہو جانے پر دم توڑ گیا۔ ورثاء نے الزام عائد کیا ہے کہ نواز زرداری پولیس تشدد سے ہلاک ہوا۔ پولیس حراست میں ملزم کی ہلاکت کے معاملے پر صوبائی وزیر داخلہ ضیاء الحسن لنجار نے نوٹس لیا ہے دوسری جانب ڈی آئی جی شہید بینظیر آباد رینج کے دفتر سے جاری ہونے والے پریس ریلیز کے مطابق ڈی آئی جی شہید بینظیر آباد پرویز احمد چانڈیو نے نوٹس لے لیا اور ایس ایچ او مٹھل کھکھران ء کو معطل کر کے واقعہ کی رپورٹ طلب کر لی۔ ڈی آئی جی کے ترجمان انسپکٹر عرفان گل کی جاری کردہ پریس ریلیز کے مطابق تھانہ سکرنڈ کی حدود میں دورانِ ڈکیتی چھینی ہوئی مزدا کا پیچھا کرتے ہوئے دو ملزمان کو پولیس نے حراست میں لے لیا تھا۔ زیر حراست ملزمان میں سے سکرنڈ تھانہ میں ملزم محمد نواز زرداری کا انتقال ہو گیا، افسوسناک واقع پر ڈی آئی جی شہید بینظیر آباد پرویز احمد چانڈیو نے سخت نوٹس لیتے ہوئے ایس ایچ او سکرنڈ تھانہ انسپکٹر مٹھل کھکھرانی کو غفلت اور لاپرواہی برتنے پر معطل کرتے ہوئے شوکاز نوٹس جاری کر کے رینج آفس میں رپورٹ کرنے اور واقعہ کی شفاف انکوئری کا حکم جاری کر دیا۔ دوسری جانب نواز زرداری کی ہلاکت کے واقعہ پر زرداری برادری میں شدید غم وغصہ پایا جس پر آئی جی سندھ نے فوری ایکشن لیتے ہوئے ایس ایس پی تنویر احمد تنیو کا تبادلہ کر کے سنگھار ملک کو معاملے کی تحقیقات کی ذمہ داری سونپ دی اور عارضی ایس ایس پی کے منصب پر فائز کر دیا گیا۔ واضح رہے کے انکوائری آفیسر ایس ایس پی سانگھڑ غلام نبی کیریو کو مقرر کر کے تین دن کے اندر رپورٹ طلب کر لی گئی ہے۔ ابتدائی پوسٹ مارٹم رپورٹ جاری کر دی گئی ہے۔ سکرنڈ پولیس کی حراست میں ہلاک ملزم کی ابتدائی 20 نکاتی پوسٹ مارٹم رپورٹ تعلقہ سکرنڈ اسپتال کے میڈیکل سرنٹڈنٹ ڈاکٹر مظہر زرداری نے جاری کی، جس میں بتایا گیا ہے کہ متوفی ملزم کے جسم کے مختلف حصوں پر زخم کے نشانات موجود ہیں، متوفی ملزم نواز زرداری کے جسم کے مختلف اعضا روہڑی لیبارٹری بھجوائے گئے ہیں حتمی رپورٹ روہڑی سے آنے کے بعد ہی موت کی حتمی وجہ معلوم ہو سکے گی۔ اس سے قبل ایس ایچ او مٹھل کھکھرانی ہیڈ محرر سمیت پولیس اہلکاروں کو حراست میں لے لیا گیا۔ جبکہ ڈی ایس پی سکرنڈ یار محمد پھلپھوٹو کو بھی معطل کر دیا گیا۔

(آصف البشر)

پولیس افسر کا صحافی پر مبینہ تشدد

خیبر جمرود بھگیاڑی دوسر کہ روڈ پر اٹھنے بیٹھنے پر پولیس کی جانب سے غیر قانونی پابندی کے خلاف جب نوجوان صحافی ابراہیم آفریدی نے تھانہ علی مسجد کے ایس ایچ او سے سوال کیا کہ کس قانون کے تحت لوگوں کو یہاں اٹھنے بیٹھنے سے منع کر کے پابندی لگا رکھی ہے تو ایس ایچ او نے طیش میں آ کر اس سے موبائل فون چھین لیا اور توڑ دیا جبکہ صحافی ابراہیم کو تشدد کا نشانہ بنایا۔ ایس ایچ او کے پاس جواز یہ تھا کہ یہاں جھگڑا ہوا تھا اس لیے لوگوں کے آنے جانے اور اٹھنے بیٹھنے پر پابندی ہے لیکن صحافی نے ان سے کیا سوال کہ کس قانون کے تحت پابندی لگائی گئی ہے تو جواب دینے کی بجائے ایس ایچ او نے صحافتی پر تشدد کیا۔ پولیس کا کام لوگوں کو تحفظ دینا ہے نا کہ کسی شہری سے ان کے نقل وحرکت، اٹھنے بیٹھنے اور ذاتی معلومات لینے جیسے بنیادی آئینی حقوق چھین لینا۔ پولیس کا کام ہر شہری کی عزت نفس سمیت مال وجان کی حفاظت کرنا ہے۔

(نامہ نگار)

مشتعل ہجوم کے دباؤ پر 22 احمدیوں کو گرفتار کرلیا گیا

سیالکو مشتعل ہجوم کے دباؤ پر چار دیواری کے اندر عبادت کے لئے اکٹھے ہونے والے 22 احمدیوں کو ڈسکہ میں گرفتار کرلیا گیا۔احمدیوں کو مذہبی فرائض کی ادائیگی سے روکنا انسانی حقوق کے عالمی منشور اور آئین پاکستان کی سنگین خلاف ورزی ہے۔احمدیوں کی عبادت گاہوں،قبروں کی مسلسل بے حرمتی اور احمدیوں کے خلاف بے بنیاد مقدمات سے وطن عزیز کا نام عالمی برادری میں گہنا رہا ہے۔ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں مشتعل ہجوم کے دباؤ پر گزشتہ روز عبادت کے لئے چار دیواری کے اندر اکٹھے ہونے والے 22 احمدیوں کو گرفتار کر کے جیل بھجوانا احمدیوں کے بنیادی انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزی ہے۔تفصیلات کے مطابق ڈسکہ میں گزشتہ روز احمدی اپنی چار دیواری کے اندر عبادت کے لئے حسب معمول جمع ہوئے۔کچھ ہی دیر میں ہجوم نے وہاں جمع ہو کر اشتعال انگیز نعرے بازی شروع کردی۔جس پر احمدیوں نے پولیس کو مدد کے لئے 15 پر کال کی۔پولیس نے وہاں پہنچ کر احمدیوں کو تحفظ فراہم کرنے کی بجائے موقع پر موجود 23 احمدیوں کو حراست میں لے کر تھانہ سٹی ڈسکہ منتقل کردیا جن میں 11 اور 14 سال کے بچے بھی شامل تھے۔بعدازاں مشتعل ہجوم نے تھانے کے باہر جمع ہو کر نعرے بازی کر کے احمدیوں کے خلاف مقدمہ درج کرنے کا مطالبہ کیا۔ان کے دباؤ پر پولیس نے مقدمہ درج کر کے 22 احمدیوں کو مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا جنہوں نے زیرحراست احمدیوں کو جوڈیشل ریمانڈ پر سینٹرل جیل سیالکوٹ بھجوادیا۔11 سال کے بچے کو بعدازاں پولیس نے رات کو چھوڑ دیا۔علاوہ ازیں گذشتہ روز ہی تھانہ بھاگٹانوالہ ضلع سرگودھا میں بھی پولیس نے جمعہ کو عبادت کے لئے اکٹھے ہونے والے 23 احمدیوں کے خلاف مقدمہ درج کرلیا۔قبل ازیں گذشتہ ماہ گوجرانوالہ میں ایک احمدی خاتون بشریٰ عابد صاحبہ کو ایک بے بنیاد مقدمہ میں گرفتار کیا گیا تھا۔گوجرانوالہ میں ہی 120 سال پرانی احمدیہ عبادت گاہ کے مینار کو پولیس نے گرائنڈر سے کاٹ دیا۔پولیس اہلکاروں سے اس غیرقانونی اقدام کے لئے مجاز حکام کیا حکامات اور شناخت طلب کی گئی تو 5 احمدیوں کے علاوہ دیگر 4 اہل علاقہ کو پولیس نے حراست میں لیا اور احمدیہ عبادت گاہ کے مینار مسمار کرنے کے چند گھنٹے بعد ان افراد کو چھوڑ دیا گیا۔ترجمان جماعت احمدیہ پاکستان عامر محمود نے پاکستان میں احمدیوں کے خلاف بڑھتی ہوئی نفرت انگیزی اور محبّ وطن احمدیوں کے خلاف بے بنیاد مقدمات اور گرفتاریوں کی مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایک طویل عرصہ سے احمدیوں کے انسانی حقوق کی پامالی کا سلسلہ جاری ہے۔اب نوبت یہاں تک آن پہنچی ہے کہ چار دیواری کے اندر بھی احمدیوں کو حق عبادت سے محروم کیا جارہا ہے۔مذہبی عقائد اور ان پر عمل کرنے کی آزادی ایک مسلمہ انسانی حق ہے جسے انسانی حقوق کے عالمی منشور میں دفعہ 18 اور آئین پاکستان کے آرٹیکل 20 میں تسلیم کرتے ہوئے اس کی ضمانت دی گئی ہے۔انہوں نے کہا کہ رواں سال میں 6 مختلف واقعات میں 91 احمدیوں کی قبروں کی بے حرمتی کی گئی ہے جبکہ 5 احمدی عبادت گاہوں کے مینار اور محراب پولیس نے مسمار کئے ہیں۔احمدیوں کو وطن عزیز کے مختلف مقامات پر ان کے عقائد کی بنا پر ہراساں کیا جارہا ہے۔ترجمان نے کہا کہ محبّ وطن احمدیوں کے خلاف مسلسل اس طرح کے گھناؤنے اقدامات سے وطن عزیز کا چہرہ عالمی برادری میں گہنا رہا ہے۔مذہب کے مقدس نام پر مذموم مفادات کے لئے شرپسند عناصر پاکستان میں احمدیوں کے خلاف اپنی کارروائیوں میں شدت لارہے ہیں اور انتظامیہ احمدیوں کو تحفظ فراہم کرنے میں ناکام نظر آرہی ہے۔ترجمان نے اہل وطن اور ارباب اختیار سے اپیل کی ہے کہ وہ مذہب کے نام پر انتہا پسندی کو مسترد کرتے ہوئے پاکستانی احمدیوں کے بنیادی دستوری حقوق کا تحفظ کریں۔

(عامر محمود)

سیاسی حقوق اور شہری آزادیاں: پاکستان سمیت 60 ملکوں میں صورتحال تنزلی کا شکار، فریڈم ہاؤس رپورٹ

---- واشنگٹن میں قائم غیرسرکاری تنظیم فریڈم ہاؤس نے اپنی 2025 کی سالانہ رپورٹ جاری کی ہے۔جس کے مطابق پاکستان سمیت دنیا بھر کے ساٹھ ملکوں میں شہری آزادیوں میں گزشتہ سال کے دوران کمی آئی ہے جبکہ 34 ممالک میں صورتحال میں بہتری نظر آئی ہے۔رپورٹ کے مطابق پاکستان کے مجموعی اسکور میں کمی آئی ہے اور اسے سو میں سے صرف 32 پوائنٹس دیے گئے ہیں۔شخصی آزادیوں کے انڈیکس میں بھی پاکستان پہلے کی نسبت نیچے آیا ہے۔ ایل سلواڈور، ہیٹی، کویت اور تیونس ان ملکوں میں شامل ہیں جہاں رپورٹ کے مطابق شہری آزادیوں کے حوالے سے سب سے زیادہ تنزلی نظر آتی ہے۔دوسری طرف جن ملکوں میں شہری آزادیوں میں گزشتہ سال بہتری نظر آئی ہے ان میں جنوبی ایشیا کے دو ملک بنگلہ دیش اور سری لنکا،اور مشرق وسطیٰ میں دہائیوں کی خانہ جنگی سے تباہ حال ملک شام شامل ہیں۔رپورٹ کے مطابق ان ملکوں میں گزشتہ سالوں کے مقابلے میں ایک نمایاں فرق کے ساتھ صورتحال بہتر ہوئی ہے۔ ایل سلواڈور، ہیٹی،کویت اور تیونس ان ملکوں میں شامل ہیں جہاں رپورٹ کے مطابق شہری آزادیوں کے حوالے سے سب سے زیادہ تنزلی نظر آتی ہے۔دوسری طرف جن ملکوں میں شہری آزادیوں میں گزشتہ سال بہتری نظر آئی ہے ان میں جنوبی ایشیا کے دو ملک بنگلہ دیش اور سری لنکا،اور مشرق وسطیٰ میں دہائیوں کی خانہ جنگی سے تباہ حال ملک شام شامل ہیں۔رپورٹ کے مطابق ان ملکوں میں گزشتہ سالوں کے مقابلے میں ایک نمایاں فرق کے ساتھ صورتحال بہتر ہوئی ہے۔پاکستان میں شہری آزادیوں کی صورتحال پر رپورٹ کیا کہتی ہے؟ پاکستان کے بارے میں فریڈم ہاؤس کی رپورٹ میں زیادہ تر تنقید سال 2024 میں ہونے والے عام انتخابات اور مذہبی اقلیتوں کی صورتحال کے حوالے سے کی گئی ہے۔رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اگرچہ پاکستان میں باقاعدگی سے کثیر جماعتی الیکشن ہوتے ہیں لیکن فوج نے 2024 میں حکومت کی تشکیل اور پالیسی سازی میں غیر معمولی اثر ورسوخ استعمال کیا تھا۔اس میں مزید کہا گیا ہے کہ پاکستانی فوج میڈیا کو ڈرانے دھمکانے اور طاقت کے غیرقانونی استعمال پر بھی جوابدہی سے بری الذمہ ہے۔سال 2024 کے عام انتخابات کے حوالے سے فریڈم ہاؤس کی بدھ کو جاری ہونے والی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ان میں دھاندلی ہوئی،اور سیاسی امیدواروں اور الیکشن ورکرز پر تشدد ہوا۔الیکشن کے قواعد وضوابط کو تبدیل کیا گیا،اور ریاستی وسائل کا غلط استعمال ہوا۔مذہبی اور نسلی اقلیتوں کے حوالے سے فریڈم ہاؤس کی گزشتہ رپورٹوں میں بھی پاکستان کی صورتحال پر تنقید کی گئی تھی،آج جاری ہونے والی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ حکام نے اکثر اوقات شہری آزادیوں پر مخصوص پابندیاں عائد کیں اور مذہبی عسکریت پسند،ریاست،مذہبی اقلیتوں اور مخالفین کے خلاف باقاعدگی سے حملے کرتے رہے۔اس رپورٹ سے پہلے بھی پاکستان میں ہونے والے عام انتخابات کو میڈیا اور انسانی حقوق کی تنظیموں نے تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ پاکستان کی حکومت ان الزامات کو بے بنیاد قرار دے کر مسترد کرتی ہے۔فریڈم ہاؤس کی موجودہ رپورٹ پر پاکستانی حکومت کی جانب سے کوئی ردعمل ابھی سامنے نہیں آیا ہے۔

(بشکریہ وائس آف امریکہ)

ایچ آر سی پی شکایات سیل

ایچ آر سی پی شکایات سیل نے 1985ء میں کام شروع کیا جب کسی بھی سرکاری یا غیر سرکاری ادارے میں ایسا مخصوص سیل موجود نہیں تھا جو مظلوم لوگوں کی شکایات وصول کرتا ہو۔اس وقت سے،ایچ آر سی پی پاکستان بھر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے ازالے کے لئے جدوجہد میں مصروف ہے۔

ایچ آر سی پی شکایت سیل کو ماہانہ سینکڑوں شکایات موصول ہوتی ہیں۔ہم جونہی خواتین کے خلاف تشدد،محکمہ جاتی مسائل،اقلیتوں کے حقوق،جبری شادیوں، جبری تبدیلی مذہب،جبری گمشدگیوں،سائبر جرائم اور دیگر تمام انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق شکایات وصول کرتے ہیں اور اس پر ایکشن لیتے ہیں۔تاہم،مالی معاونت،سیاسی پناہ،جائیداد کے تنازعات یا ذاتی تنازعات سے متعلق شکایات ہمارے دائرہ کار سے باہر ہیں۔

طریقہ کار

جیسے ہی ہمیں شکایات موصول ہوتی ہیں ہم متعلقہ حکام سے رابطہ کرتے ہیں اور کیس پر کارروائی کا آغاز کردیتے ہیں۔ہمارا بہت سے سرکاری اور غیر سرکاری اداروں کے ساتھ ایک براہ راست ریفرل نظام موجود ہے جس کا مقصد شکایت کے فوری ازالے کو یقینی بنانا ہے۔

ہم سے رابطہ کریں

اگر آپ نے کوئی شکایت درج کرانی ہے تو ہمیں کال کرسکتے ہیں،واٹس ایپ کرسکتے ہیں،ای میل بھیج سکتے ہیں یا خط ارسال کرسکتے ہیں۔
آپ اپنے قریبی ایچ آر سی پی شکایات ڈیسک میں بذات خود جا کر شکایت رجسٹر کرواسکتے ہیں اور کمپلینٹ آفیسر سے بذات خود بات کرسکتے ہیں۔

لاہور

ایوان جمہور۔ 107 ٹیپو بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور 54600
فون : +92 42 3586 4994, 3583 8341, 3586 5969
ای۔میل : hrcp@hrcp-web.org
ویب سائیٹ : www.hrcp-web.org
مرکز شکایات سیل
فون : +92 042 3584 5969
موبائل : +92 0321 341 4884
ای میل : complaints@hrcp-web.org

کراچی

یونٹ نمبر 08،فلور 1
سٹیٹ لائف بلڈنگ نمبر 5 (الاکو ہاؤس)
عبداللہ ہارون روڈ
صدر، کراچی۔ 74400
فون : +92 21 3563 7131, 3563 7132
شکایات سیل (موبائل) : +92 315 111 6287
ای میل : karachi@hrcp-web.org

پشاور

43 گلشن اقبال لین
(نزد ارباب روڈ سٹاپ)
یونیورسٹی روڈ، پشاور
فون : +92 091 584 4253
شکایات سیل (موبائل) : +92 0318 950 0640
ای میل : peshawar@hrcp-web.org

اسلام آباد

آفس 1-B، فلور 2
بلاک ڈی-12، (اوپر فیصل بینک)
جی 8، مرکز، اسلام آباد
فون : +92 51 835 1127
شکایات سیل (موبائل) : +92 333 569 4773
ای میل : islamabad@hrcp-web.org

کوئٹہ

فلیٹ نمبر C-6
کبیر بلڈنگ
ایم۔اے جناح روڈ، کوئٹہ
فون : +92 81 282 7869
شکایات سیل (موبائل) +92 306 294 6125
ای میل : quetta@hrcp-web.org

حیدر آباد

306- فائزہ آرکیڈ، (لوفٹ اینڈ میزانائن فلور)
نزد مسجد حاجی شاہ بخاری درگاہ
صدر کنٹونمنٹ، حیدر آباد
فون : +92 22 278 3688, 720 770
فیکس : +92 22 278 4645
شکایات سیل (موبائل) : +92 310 339 2222
ای میل : hyderabad@hrcp-web.org

ملتان

2511/5A ابدالی کالونی
نزد بریٹین سکول
ملتان
فون : +92 61 451 7217
شکایات سیل (موبائل) : +92 331 665 5529
ای میل : multan@hrcp-web.org

گلگت

آفس نمبر 8-9، رانگ ئیل پلازہ
جماعت خانہ روڈ، ذوالفقار آباد کالونی،
جتیال، گلگت
موبائل : +92 0344 547 5553
شکایات سیل (موبائل) : +92 355 454 1088
ای میل : gilgit@hrcp-web.org

تربت/مکران

پرواز ہاؤس،
بالمقابل علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی
پسنی روڈ، تربت، کیچ
فون : +92 852 413 365
شکایات سیل (موبائل) : +92 323 234 2406
ای میل : turbat@hrcp-web.org

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق جہدِ حق کے تمام قارئین کو آگاہ کرنا چاہتا ہے کہ
یہ رسالہ مفت ہے۔ قارئین کو کسی قسم کی قیمت ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے

جہدِ حق

Human Rights Commission of Pakistan

انسانی حقوق کا عالمی منشور

10 دسمبر 1948ء کو اقوام عالم نے انسانی حقوق کا مندرجہ ذیل عالمی منشور منظور کیا

دفعہ - 1: تمام انسان آزاد اور حقوق وعزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔

دفعہ -2: ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قومیت، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

اس کے علاوہ کسی بھی شخص کے ساتھ اس کے علاقے یا ملک کی، سیاسی، عملی یا بین الاقوامی حیثیت کی بناء پر کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ ملک یا علاقہ آزاد ہو یا تولیتی ہو یا غیر مختار ہو یا اقدار اعلیٰ کے لحاظ سے کسی اور بندش کا پابند ہو۔

دفعہ - 3: ہر شخص کو اپنی آزادی، زندگی اور تحفظ کا حق ہے۔

دفعہ - 4: کوئی شخص، غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جا سکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی، چاہے اس کی کوئی بھی شکل ہو، ممنوع ہوگی۔

دفعہ - 5: کسی شخص کو جسمانی اذیت، یا ظالمانہ انسانیت سوز، یا ذلت آمیز سزا نہیں دی جائے گی۔

دفعہ - 6: ہر شخص کا حق ہے کہ ہر جگہ اس کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔

دفعہ - 7: قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اندر امان پانے کے برابر کے حق دار ہیں۔ اس اعلان کی خلاف ورزی میں جو بھی تفریق کی جائے یا جس تفریق کی بھی ترغیب دی جائے، اس سے بچاؤ کے سب برابر کے حقدار ہیں۔

دفعہ - 8: ہر شخص کو ان فعال کے خلاف جو دستور یا قانون میں دیے ہوئے بنیادی حقوق کی نفی کرتے ہوں، با اختیار قومی عدالتوں سے موثر طریقے سے چارہ جوئی کرنے کا حق ہے۔

دفعہ - 9: کسی شخص کو من مانے طور پر گرفتار، نظر بند، یا جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ - 10: ہر شخص کو یکساں طور پر حق حاصل ہے کہ اس کے حقوق وفرائض کے تعین یا اس کے خلاف کسی عائد کردہ جرم کے فیصلے کے بارے میں اسے ایک آزاد اور غیر جانب دار عدالت میں کھلی اور منصفانہ سماعت کا موقع ملے۔

دفعہ - 11: (1) ایسے ہر شخص کو جس پر کوئی فوجداری الزام عاید کیا جائے، اس وقت تک بے گناہ شمار کیے جانے کا حق ہے جب تک کہ اس پر کھلی عدالت میں قانون کے مطابق جرم ثابت نہ ہو جائے اور اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع اور تمام ضمانتیں نہ دی جا سکی ہوں۔

(2) کسی شخص کو کسی ایسے فعل یا فروگزاشت کی بناء پر جو ارتکاب کے وقت قومی یا بین الاقوامی قانون کے اندر تعزیری جرم شمار نہیں کیا جاتا تھا، کسی تعزیری جرم میں ماخوذ نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی اسے کوئی ایسی سزا دی جائے گی جو جرم کے ارتکاب کے وقت کی مقرر کردہ سزا سے زائد ہو۔

دفعہ - 12: کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھر بار، خط وکتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کیے جائیں گے۔ ہر شخص کو ایسے حملے یا مداخلت سے قانونی تحفظ کا حق ہے۔

دفعہ - 13: (1) ہر شخص کو اپنی ریاست کی حدود کے اندر نقل وحرکت کرنے اور کہیں بھی سکونت اختیار کرنے کی آزادی کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ کسی ملک سے چلا جائے چاہے یہ ملک اس کا اپنا ہو اور اسی طرح اسے اپنے ملک میں واپس آجانے کا بھی حق ہے۔

دفعہ - 14: (1) ہر شخص کو عقیدے کی بنا پر ایذا رسانی سے بچنے کے لیے دوسرے ملکوں میں پناہ حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔

(2) یہ حق ان عدالتی کاروائیوں سے بچنے کے لیے استعمال میں نہیں کیا جا سکتا جو خالصتاً غیر سیاسی جرائم یا ایسے افعال کی وجہ سے عمل میں آتی ہیں جو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف ہیں۔

دفعہ - 15: (1) ہر شخص کو قومیت کا حق ہے۔

(2) کوئی شخص محض من مانے طور پر قومیت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کو اپنی قومیت تبدیل کرنے کا حق دینے سے انکار کیا جائے گا۔

دفعہ - 16: (1) بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت، یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملے میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔

(2) نکاح فریقین کی پوری آزادی اور رضامندی سے ہوگا۔

(3) خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے حفاظت کا حقدار ہے۔

دفعہ - 17: (1) ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہے۔

(2) کسی شخص کو زبردستی اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ - 18: ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب اور عقیدے کو تبدیل کرنے اور اجتمائی یا انفرادی طور پر خاموشی یا کھلے بندوں اپنے عقیدے کی تبلیغ، اس پر عمل، اور اس کی عبادات اور رسومات پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔

دفعہ - 19: ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اور بلا کسی قسم کی مداخلت کے اپنی رائے پر قائم رہے اور جس ذریعے سے چاہے اور ملکی سرحدوں کے حائل ہوئے بغیر معلومات اور خیالات کا حصول اور ان کی ترسیل کرے۔

دفعہ - 20: (1) ہر شخص کو پرامن طریقے سے ملنے جلنے اور انجمنیں قائم کرنے کی آزادی کا حق ہے۔

(2) کسی شخص کو کسی انجمن میں شامل ہونے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

دفعہ - 21: (ا) ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کیے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق ہے۔

(3) عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہوگی۔ یہ مرضی وقتاً فوقتاً ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دہندگی کی بنیاد پر ہوں گے اور جو خفیہ ووٹ یا اس کے مماثل کسی دوسرے آزادانہ طریقہ رائے دہندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے۔

دفعہ - 22: معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے اور یہ حق بھی وہ ملک کے نظام اور وسائل کے مطابق قومی کوشش اور بین الاقوامی تعاون سے ایسے اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کو عملاً حاصل کرے، جو اس کی عزت اور شخصیت کی آزادانہ نشو نما کے لیے لازم ہیں۔

دفعہ - 23: (1) ہر شخص کو کام کاج، روزگار کے آزادانہ انتخاب، کام کاج کی مناسب ومعقول شرائط اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر مساوی کام کے لیے مساوی معاوضے کا حق ہے۔

(3) ہر شخص جو کام کرتا ہے وہ ایسے مناسب ومعقول مشاہرے کا حق رکھتا ہے جو خود اس کے اور اس کے اہل وعیال کے لیے باعزت زندگی کا ضامن ہو اور جس میں اگر ضروری ہو تو معاشرتی تحفظ کے دوسرے ذریعوں سے اضافہ کیا جا سکے۔

(4) ہر شخص کو اپنے مفاد کے بچاؤ کے لیے تجارتی انجمنیں، (ٹریڈ یونین) قائم کرنے اور اس میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے۔

دفعہ - 24: ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے جس میں کام کے گھنٹوں کی حد بندی اور تنخواہ کے ساتھ مقررہ وقفوں پر تعطیلات میں شامل ہیں۔

دفعہ - 25: (1) ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل وعیال کی صحت اور فلاح و بہبود کے لیے مناسب معیار زندگی کا حق ہے جس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات، اور بیروزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپا اور ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس کے قبضہء قدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق شامل ہے۔

(2) زچہ اور بچہ خاص توجہ اور امداد کے حق دار ہیں۔ تمام بچے خواہ وہ شادی کے بغیر پیدا ہوئے ہوں یا شادی کے بعد، معاشرتی تحفظ سے یکساں طور پر مستفید ہوں گے۔

دفعہ - 26: (1) ہر شخص کو تعلیم کا حق ہے۔ تعلیم کم سے کم ابتدائی اور بنیادی درجوں میں مفت ہوگی۔ ابتدائی تعلیم لازمی ہوگی۔ فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے کا عام انتظام کیا جائے گا اور لیاقت کی بنا پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا سب کے لیے مساوی طور پر ممکن ہوگا۔

(2) تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی پوری نشو نما ہوگا اور وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہوگی۔ وہ تمام قوموں اور نسلی یا مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت، رواداری اور دوستی کو ترقی دے گی اور امن کو برقرار رکھنے کے لیے اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔

(3) والدین کو اس بات کے تصفیہ کا اولین حق ہے کہ ان کے بچوں کو کس قسم کی تعلیم دی جائے گی۔

دفعہ - 27: (1) ہر شخص کو قوم کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، فنون لطیفہ سے مستفید ہونے اور سائنس کی ترقی اور اس کے فوائد میں شرکت کا حق حاصل ہے۔

(2) ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کے ان اخلاقی اور مادی مفادات کا تحفظ کیا جائے جو اسے ایسی سائنسی، فنی یا ادبی تصنیف سے، جس کا وہ مصنف ہے، حاصل ہوتے ہیں۔

دفعہ - 28: ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام کا حقدار ہے جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہو سکیں جو اس اعلان میں شامل ہیں۔

دفعہ - 29: (1) ہر شخص پر معاشرے کے حق ہیں کیونکہ معاشرے میں رہ کر اس کی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشو ونما ممکن ہے۔

(2) اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہوگا جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے اور ایک جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح و بہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لیے قانون کی طرف سے عائد کی گئی ہوں۔

(3) یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف عمل میں نہیں لائی جا سکتیں۔

دفعہ - 30: اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جا سکتی جس سے کسی ملک، گروہ یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو جس کا منشا ان حقوق اور آزادیوں کی نفی ہو جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
"ایوان جمہور" 107۔ ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور
فون: 35838341-35864994 فیکس: 35883582
ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ: www.hrcp-web.org
پرنٹر: مکتبہ جدید پریس، 14 ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15

کمپوز:
جمال احمد
سید رضا شاہ